کتاب وسنت سے

خدا کا ذکر

مولانا عبدالحی حسنیؒ

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ۔ (البقرہ ۲۰۵)

سو تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد کیا کرونگا اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا۔

وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ ۝ (اعراف ۲۰۵)

اپنے رب کو اپنے جی میں یاد کرو گڑگڑاتے ہوئے ڈرتے ہوئے اور دھیمی آواز سے صبح وشام اور نہ ہو غافلوں میں۔

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ۔

(وہ قندیل) ان گھروں میں (ہے) جن کے بارے میں خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ بلند کئے جائیں اور وہاں خدا کے نام کا ذکر کیا جائے (اور) ان میں صبح وشام اس کی تسبیح کرتے رہیں (یعنی ایسے) لوگ جن کو خدا کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا۔ (احزاب ۴۱-۴۲)

اے ایمان والو! اللہ کو بکثرت یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح پڑھو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ (منافقون ۹)

مومنو! تمہارا مال اور تمہاری اولاد تم کو خدا کی یاد سے غافل نہ کردے اور جو ایسا کرے گا تو وہ لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں، اگر وہ مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس سے بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں۔ (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مفردون سبقت لے گئے۔ صحابہؓ نے پوچھا مفردون کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے مرد اور عورتیں۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن بسرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ کے نبی شرعی احکامات تو ہم پر بہت ہیں کوئی ایسی بات بتادیں جس کی میں پابندی کروں آپ نے فرمایا اللہ کے ذکر سے زبان کو تر رکھو۔ (ترمذی)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے افضل ذکر لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر تو ہلکے پھلکے ہیں اور میزان میں بہت بھاری ہوں گے اور رحمٰن کو بہت پیارے ہیں وہ یہ ہیں، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ (متفق علیہ)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتادوں؟ میں نے عرض کیا اللہ کے نبی کیوں نہیں آپ ضرور بتائیں! آپ نے فرمایا، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔ (متفق علیہ)

حضرت ابوایوب انصاریؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمایا جس نے لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ولہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیئ قدیر اس مرتبہ پڑھا تو اس شخص کے برابر ہوگیا جس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار آدمیوں کو آزاد کیا ہو۔ (متفق علیہ)

حضرت جویریہ بنت حارثؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس سے جانے کے بعد میں نے چار کلمات تین مرتبہ کہے، اگر ان کا موازنہ ان کلمات سے کیا جائے جو تم نے کہے ہیں تو ان کلمات کا وزن بڑھ جائے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فقراء مہاجرین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مالدار لوگ بلند درجے اور ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتوں میں ہم سے بڑھ گئے ہیں، نماز ہم بھی پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں اور روزے میں بھی ہم ان کے برابر ہیں لیکن ان کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ وہ اپنے مال کی وجہ سے حج کرتے ہیں، عمرہ کرتے ہیں، جہاد کرتے ہیں اور صدقہ کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، میں تم کو ایسی چیز نہ بتلادوں کہ تم پہلوں کے برابر ہوجاؤ اور پچھلوں سے آگے بڑھ جاؤ اور تم سے افضل کوئی نہ ہوگا جب تک کہ وہی عمل نہ کرے گا۔ عرض کیا ہاں آپ ارشاد فرمائیے، آپ نے فرمایا ہر نماز کے پیچھے ۳۳-۳۳ بار تسبیح، تحمید اور تکبیر کہہ لیا کرو۔ (سبحان اللہ، الحمد للہ۔ اللہ اکبر)۔ (متفق علیہ)

حضرت علی بن طالبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب تم دونوں اپنے بستر پر جایا کرو یا لیٹو تو ۳۳ بار اللہ اکبر اور ۳۳ بار سبحان اللہ اور ۳۳ بار الحمد للہ کہہ لیا کرو۔

ایک روایت میں ہے کہ سبحان اللہ ۳۴ بار کہے اور ایک میں ہے کہ اللہ اکبر ۳۴ بار کہے۔ (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے ۹۹ (ننانوے) نام ہیں ایک کم سنو، جو شخص ان ناموں کو یاد رکھے (حفظ یاد ہوں یا گنے یا معنی کا دھیان رکھے) وہ جنت میں جائے گا، وہی معبود حقیقی ہے اسکے سوا کوئی قابل عبادت نہیں۔ اللہ، رحمٰن، رحیم، ملک، قدوس، سلام، مومن، مہیمن، عزیز، جبار، متکبر، خالق، بارئ، مصور، غفار، قہار، وہاب، رزاق، فتاح، علیم، قابض، باسط، خافض، رافع، معز، مذل، سمیع، بصیر، حکم، عدل، لطیف، خبیر، حلیم، عظیم، غفور، شکور، العلیّ، کبیر، حفیظ، مقیت، حسیب، جلیل، کریم، رقیب، مجیب واسع، حکیم، ودود، مجید، باعث، شہید، حق، وکیل، قوی، متین، ولی، حمید، محصی، مبدئ، معید، محیی، ممیت، حی، قیوم، واجد، ماجد، واحد، صمد، قادر، مقتدر، مقدم، مؤخر، اول، آخر، ظاہر، باطن، والی، متعالی، برّ، توّاب، منتقم، عفوّ، رؤوف، مالک الملک، ذوالجلال والاکرام، مقسط، جامع، غنی، مغنی، مانع، ضار، نافع، نور، ہادی، بدیع، باقی، وارث، رشید، صبور۔ (ترمذی و بیہقی)

تعمیر حیات

ہفت روزہ

شعبۂ تعمیر وترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۱۹ | ۲۵ر اپریل ۱۹۸۲ء | ۳۰ر جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ | شمارہ ۱۲

زرتعاون

اندرون ملک	بیس روپے
فی پرچہ	ایک روپیہ
بیرون ملک بحری ڈاک جملہ ممالک	۵ پونڈ
ایشیائی ممالک ہوائی ڈاک	۷ پونڈ
افریقی ممالک	۸ پونڈ
یوروپ امریکہ	۱۰ پونڈ

اداریہ:

محمود الازہار ندوی

امام خمینی اور اسلامی عقیدہ

ایران کے کثیر الاشاعت اور نیم سرکاری اخبار "تہران ٹائمز" کی ۱۱ر مارچ کی اشاعت میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ، امام خمینی نے تہران کی مسجد جماران JAMARAN میں صوبہ MAZA-NDARAN اور DASHT-E-GORGAN کے ائمہ مساجد کا استقبال کرتے ہوئے منجملہ اور باتوں کے یہ بھی فرمایا، "آج ہمارے رضاکار میدان جنگ میں شہادت کو اس جوش، ولولہ اور شوق کے ساتھ گلے لگا رہے ہیں جس کی نظیر پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کے دور میں نہیں ملتی۔" امام خمینی نے مزید کہا کہ قرآن میں اس بات کی وضاحت ہے کہ جب پیغمبر اسلام لوگوں کو جہاد کی دعوت دیتے تو وہ سر تسلیم خم نہ کرتے اور چلے بہانے کے ذریعہ دوسرے دن کے لئے ملتوی کرادیتے یا سردی، گرمی کا عذر پیش کرتے۔

اس قسم کے مخصوص عقیدہ کا اظہار بانیٔ اسلامی انقلاب نے پہلی مرتبہ نہیں کیا ہے بلکہ اس طرح کے عقائد، بانیٔ اسلامی انقلاب کے رسالوں و اخبارات اور کتابچوں میں آتے رہے ہیں اور اس میں ۰کلۂ طیبہ کے صرف ایک جز لا الٰہ الا اللہ ہی پر اکتفا کیا جاتا رہا ہے۔

اسلامی انقلاب کے لیڈروں کے جو عقائد، افکار وخیالات آئے ہیں ان سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں ظاہر ہوتا ہے اور نہ وہ ایمان و اسلام کے بنیادی عقیدوں سے قریب ہیں۔ مذکورہ بالا اقتباس ہی کو لیجئے اس سے اسلامی انقلاب کی جو تصویر سامنے آتی ہے وہ اسلام کے عقائد اور روح کے منافی ہے۔

ایران کے اسلامی انقلاب کا آغاز ایرانی حکمرانوں کی انانیت اور کشت و خون میں ڈوبی ہوئی سیاست اسلام کے نام پر دھبہ ہے، ایرانی رہنماؤں نے احساس برتری کے نشہ میں اسلام کی محترم ہستیوں کی عزت و احترام کو مجروح کرنے کی ناپاک مہم چلا رکھی ہے وہ اسلام کی روح کو مسخ کرکے پیش کرتے ہیں عقیدہ، جوش، طاقت کے نشہ میں مخمور شخصیت پرستی قوم کے رگ وپے اور گوشت و پوست میں پلادی گئی ہے اور قوم اس نشہ میں مست ہے۔

اس شخصیت پرستی نے کہ اللہ کے بعد متصلاً خمینی کے نام کا نعرہ سال گزشتہ حج کے موقع پر انتشار اور تنازعہ کا سبب بنا کہ اللہ اکبر، خمینی اکبر، اللہ واحد، خمینی واحد، اور اس عقیدہ کی ایرانی قوم حجر اسود، مطاف اور حجر اسماعیل میں تبلیغ کرتی رہی اور جب ان کو روکا گیا اور صحیح صورت حال سے امام خمینی کو باخبر کیا گیا تو امام انقلاب نے اس کا جواب عام انسانی رواداری، اور اخلاق کا دامن چھوڑ کر تکبر اور انانیت سے دیا کہ ایرانیوں کے نعرے دنیا کے گوشے گوشے میں مشہور ہیں۔ انھیں نوٹ مرڈ کر آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اور واقعات وحقائق کو آپ کے سامنے کس انداز میں رکھا گیا ہے یہ تو میں نہیں جانتا۔ خود ہی خمینی صاحب اس خط کے آگے تحریر کرتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ حرمین شریفین کی مسجدوں کے امام اسلام کا کیا مفہوم سمجھتے ہیں۔ آپ کو اس کی تحقیقات کے لئے کسی ایماندار اور متدین شخص کو مقرر کرنا چاہئے تھا اور ایرانی حاجیوں کے ساتھ جو سلوک آپ نے کیا ہے وہ انھیں امریکہ اور اسرائیل کے خلاف نعرے لگانے کی وجہ سے کیا،

کون اسرائیل نواز ہے اس کی حقیقت جاننے کے لئے برطانیہ سے شائع ہونے والے میگزین "ساوتھ" کی رپورٹ کے یہ الفاظ پڑھ لینے کافی ہیں کہ "ساوتھ نے اسرائیل کی فوجی صلاحیت اور کارکردگی پر ایک رپورٹ شائع کی ہے کہ وہ اب اسلحہ برآمد کرنے والے ممالک میں ساتویں نمبر پر ہے اور اس کے اسلحے ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ تک میں پھیلائی ہورہے ہیں۔ اسرائیل سے اسلحہ خریدنے والوں میں ایران بھی ہے اور یہ دوستی کوئی نئی نہیں ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ شاہ کی حکومت کے خاتمے سے قبل ایران بھی اسرائیلی فوجی ہتھیاروں کی ایک بڑی منڈی تھا۔ ایران عراق جنگ شروع ہونے کے بعد ایران نے پھر اسرائیل سے ہتھیار خریدنے شروع کردئے۔ اسی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اسرائیل سے تہران نے ۲۰ کروڑ ڈالر کے ہتھیار خریدنے کی درخواست کی تھی۔ اور کارٹر انتظامیہ کے ایک افسر نے اسرائیل کو ہدایت کی تھی کہ وہ امریکی یرغمالیوں کی رہائی تک اس درخواست پر عمل نہ کرے، رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ اپنے پیشرو کی طرح ریگن بھی نہیں چاہتے کہ خلیج کی جنگ میں عراق کی بالادستی قائم ہو اس لئے اسرائیل سے ایران کو اسلحہ کی فراہمی دوبارہ شروع ہوگئی۔

اس کے ساتھ یہ خبر بھی قابل غور ہے کہ شام نے عراقی پائپ لائن کا راستہ بند کردیا تاکہ عراق کی صادرات کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑے اور ایران کے مقابلہ میں اسکی اقتصادیات کو محدود کردیا جائے، اسکو ایران اور شام کے خفیہ گٹھ جوڑ کا نتیجہ بتایا جاتا ہے یہ تو سب کو معلوم ہے کہ ایرانی شخصی حکومت کے عقیدہ اور عقیدت اور شام کے ظالم وجابر کے عقیدہ ومسلک میں کتنا قرب ہے، اور مفادات میں کس قدر یکسانیت ہے۔ خلیج اور مغربی ایشیا کے حالات و واقعات پر نظر رکھنے والوں کی نظر میں ان تینوں ملکوں (ایران، شام، اسرائیل) کا آپسی تعاون وقرب ظاہر ہے اور اسی کے ساتھ ان تینوں ملکوں کے عزائم بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے اور جو خواب اب تک اسرائیل دیکھتا آیا تھا اب اس کی تکمیل وہ اپنے نئے دوستوں کے ذریعہ کرنا چاہتا ہے اور عراقی وزیر خارجہ نے صحیح کہا کہ اگر سعودی عرب پر خمینی اسلامی انقلاب کی کوشش بار آور ہوگئی تو اس کے لئے انتہائی تلخ اور سنگین نتائج سامنے آئیں گے اور جو لوگ ایران وعراق کی جنگ کو حق و

(بقیہ صفحہ ۹ پر)

اس دائرہ میں اگر سُرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے لہٰذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان آپکی خدمت میں پہنچتا رہے تو اس کا سالانہ چندہ مبلغ بیس روپے ارسال فرمائیے۔ اگر اگلے شمارہ کی روانگی سے پہلے آپ کا چندہ باخط موصول نہ ہوا تو یہ سمجھ کر کہ آپ کو وی۔ پی ہی سے چندہ ادا کرنے میں سہولت ہے۔ اگلا پرچہ مع وی۔ پی خرچ Rs 26/25 کے مطالبہ میں وی۔ پی سے روانہ ہوگا۔ چندہ باخط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

حالات کا نیا رُخ اور عُلمائے دین کی ذمّہ داری

یہاں پر اس تقریر کا متن اختصاراً درج کیا جاتا ہے جو مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی نے ۱۳ جمادی الثانیہ ۱۴۰۳ھ ۸ اپریل ۱۹۸۳ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مسجد میں اساتذہ اور طلباء کے ایک بڑے مجمع میں کی، تقریر ٹیپ کرلی گئی تھی، جو تعلیمہ کرنے کے بعد مولانا کی نظر سے گزری اور انھوں نے اس میں اصلاح و ترمیم کے بعد اشاعت کی اجازت دی۔

عوذ باللہ من الشیطان الرجیم
ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۔ (سورہ فاطر)

(پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث ٹھہرایا جن کو اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا تو کچھ اُن میں سے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔ کچھ میانہ رو ہیں اور کچھ خدا کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والے ہیں یہی بڑا فضل ہے)۔

عزیزو اور بھائیو! دین ہو، آسمانی تعلیمات ہوں، صحیح دعوت یا اعلیٰ سے اعلیٰ اصول ہوں ان میں سے کوئی چیز خلا میں نہیں رہ سکتی، اگر اس تعلیم و دعوت کے ساتھ انسانی زندگیاں، ان کے حاملین اور زندہ اور عملی پیکر نہ ہوں تو ان کا تسلسل قائم نہیں رہتا، ادیان سماوی کی تاریخ بھی یہی بتاتی ہے اور اخلاقی تعلیمات کی تاریخ بھی اسی کی شہادت دیتی ہے۔ اگر ایسا ممکن ہوتا اور سنت الٰہی اور فطرت انسانی اس کی اجازت دیتی تو پھر اتنا کافی تھا کہ آسمان سے صحیفے آجاتے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر کسی محفوظ جگہ پر رکھ دیئے جاتے اور اعلان کردیا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے صحیفے اور آسمانی کتابیں آگئی ہیں وہ فلاں جگہ محفوظ ہیں جس کا دل چاہے جائے لے آئے اور عمل کرے، لیکن پہلے اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو پیدا کرتا ہے پھر ان کی بعثت ہوتی ہے، ان پر وحی کا نزول ہوتا ہے اور اس کا پہلا نمونہ وہ خود ہوتے ہیں، جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت حیات طیبہ اور اخلاق و شمائل کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا "کان خُلقہ القرآن" (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو دیکھنا ہو تو قرآن مجید پڑھ لو اور دیکھ لو) اور آنحضرتؐ کے ساتھ تو اللہ کا خصوصی معاملہ اور مزید انعام یہ تھا کہ (حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے الفاظ میں) آپ کی بعثت "بعثت مقرونہ" (دوہری بعثت) تھی یعنی آپ انسانوں کی طرف مبعوث کئے گئے تھے اور آپ کی تعلیمات کو دنیا میں پھیلانے اور ان کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے ایک پوری امت کی بعثت عمل میں آئی تھی، اسی لئے آپ دیکھتے ہیں کہ تنہا امت مسلمہ کے لئے بعثت یا اس کے ہم معنی اور مرادف الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ فرمایا گیا،

"وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا"

(اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخر الزماں) تم پر گواہ ہیں)۔

دوسری جگہ فرمایا:

"كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ"

(مومنو! جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو، اور اللہ پر یقین رکھتے ہو)۔

اس سے زیادہ صاف الفاظ حدیث میں آئے ہیں مسلمانوں کو خطاب کرکے فرمایا گیا "انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین" تم آسانی پیدا کرنے کے لئے پیدا اور مقرر کئے گئے ہو، مشکلات پیدا کرنے کے لئے نہیں"۔

صحابہ کرامؓ نے بھی اس سنت طیبہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں، آپ کو یاد ہوگا کہ جب رستم سپہ سالار افواج ایران نے حضرت ربعی بن عامرؓ سے مسلمانوں کے نمائندہ و سفیر بن کر آئے تھے پوچھا کہ "تم کیسے آئے؟" "ما الذی جاء بکم؟" تو اس کے جواب میں انھوں نے زبان نبوت ہی کے الفاظ استعمال کئے۔ انھوں نے کہا "اللہ ابتعثنا لنخرج من شاء من عبادۃ العباد الی عبادۃ اللہ وحدہ" (اللہ نے ہم کو بھیجا ہے تاکہ حکم الٰہی سے اللہ کے بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر خدائے واحد کی بندگی میں داخل کریں)۔ اس سے آپ سمجھ لیجئے کہ کوئی دین خلا میں نہیں رہ سکتا۔ دین سے پہلے نبی کی شرط ہے پھر نبی کے ساتھ امت کی شرط ہے۔ اس کے اصحاب و تربیت یافتہ نفوس کی شرط ہے، جس کا بہترین نمونہ آپ کو سیرت نبوی میں ملتا ہے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہنا چاہئے۔

میں نے آپ کے سامنے جو آیۃ پڑھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "توریث" (یعنی نائبین انبیاء اور حاملین کتاب کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اس طرح وارثین انبیاء اس امانت کے حاملوں اور دین کے نمائندوں کی بڑی ذمہ داری ہے۔ اس دین کے بارے میں بھی اپنے ماحول و معاشرے اور اپنے ملک کے بارے میں بھی اور پوری انسانیت کے بارے میں بھی جس کی قسمت دین صحیح اور آسمانی تعلیمات سے وابستہ ہے۔ اسی حقیقت کو ایک حدیث میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

"یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتأویل الجاھلین"[1]

(اس علم کے ہر نسل میں ایسے عادل و متقی حامل و وارث ہوں گے، جو اس دین سے غلو پسند لوگوں کی تحریف، اہل باطل کے غلط انداز دعوے اور جاہلوں کی دور از کار تاویلات کو دور کرتے رہیں گے۔

وارثین کتاب، نائبین انبیاء اور عالم قسم الفاظ میں "علمائے دین" کی یہ اتنی بڑی ذمہ داری اور اتنا نازک معاملہ ہے کہ اگر اس کا صحیح طور پر ادراک ہو تو جن لوگوں کو اللہ نے یہ شرف عطا فرمایا ہے اور ان کے کاندھوں پر یہ ذمہ داری ڈالی ہے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں، راتوں کی نیند اڑ جائے اور کھانے پینے کی لذت ختم ہو جائے اور ان کا سکون ہمیشہ کے لئے جاتا رہے۔ دراصل حاملین و شارحین دین ہی کی سیرت و اخلاق پر عوام کی دین سے وابستگی اس سے عقیدت اس پر اعتماد اور صحیح عقائد و مسلک کے بقاء کا انحصار ہے، ان کی ذرا سی غلطی کیا اثر پیدا کرسکتی ہے، اس رابطہ کو کتنا کمزور کرسکتی ہے جو امامت اور دین کے درمیان قائم ہے ان کی اخلاقی کمزوری، جماعت کا اخلاقی تنزل، کردار کی پستی، دنیا طلبی، دولت پرستی، قوت و اقتدار کی تقدیس، خواہشات نفس اور ذاتی مفادات کے سامنے سپر انداز ہی، تفرقہ اندازی اور انتشار پسندی پورے معاشرے پر کیا اثر ڈالتی ہے، اور اس عہد و ملک کی پوری نسل کو کس طرح تنزل و شاتاز کردیتی ہے۔ اگر اس کا صحیح ادراک ہو تو ہمارے مدارس کے بام و در ہی نہیں مساجد کے محراب و منبر بھی کانپنے لگیں۔ مشہور حدیث صحیح سے بڑھ کر کوئی اس حقیقت کی ٹکاسی و مصوری نہیں کرسکتا فرمایا گیا،

"ألا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ ألا وھی القلب"

(یاد رکھو جسم انسان میں ایک مضغہ گوشت ایسا ہے کہ اگر وہ درست ہو جائے تو پورے جسم کا نظام درست رہے گا اور اگر وہ بگڑ جائے تو پورے جسم کا نظام بگڑ جائے۔ خبردار رہو وہ مضغہ گوشت دل ہے)۔

علماء و خواص کی حیثیت ملت و معاشرے میں بالکل وہی ہے جو قلب کی جسم انسانی میں ہے اور اُن کے فساد و اختلال اور اُن کے صلاح و اعتدال کا وہی اثر پوری ملت و معاشرے پر پڑتا ہے، جو قلب کے صلاح

[1] مشکوٰۃ ص ۳۰ فصل ثانی۔ روایت از بیہقی

وفساد کا پورے جسم انسانی پر پڑتا ہے۔

عزیزو اور رفیقو! یہ ذمہ داری کسی ایک جماعت یا کسی مخصوص ادارے کی نہیں ہے یہ پوری صاحب علم جماعت کی ذمہ داری ہے۔ وارثین کتاب کے اخلاق پر جب انحطاط آئے گا جب ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ کمزور پڑ جائے گا جب وہ ان حدود سے بھی تجاوز کرنے لگیں گے جن حدود سے عوام کو بھی آگے نہیں بڑھنا چاہئے، تو پھر پورے معاشرے اور پورے ماحول میں فساد ہی نہیں بلکہ تعفن اور سڑاند پیدا ہو جائے گی۔ دین کا مستقبل وابستہ ہے اہل دین و اہل علم سے اور کسی ملک اور اس ملک کی آبادی کا اخلاقی، انسانی اور دینی مستقبل وابستہ ہے دین کے شارحین اور دین کے نمائندوں سے، اب دین کے نمائندوں میں کو "کمزوری پیدا ہو جائے تو دنیا کی کوئی طاقت عوام کے دین کے ساتھ تعلق کو کمزور ہونے سے بچا نہیں سکتی، نہ کوئی حکمت نہ کوئی ذہانت نہ کوئی خطابت نہ کوئی سیاست، یہاں تک کہ اگر کوئی اسلامی حکومت بھی یہ بات طے کرلے کہ اس معاشرے اور اس ماحول میں فساد پیدا نہ ہونے پائے اور اس کا رشتہ دین سے کمزور نہ ہونے پائے تو وہ بھی اس میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ یہ بات بالکل ایسی ہے کہ جہاز کی رفتار کو کنٹرول کرنے والی اور جہاز کا رخ متعین کرنے والی ایک چھوٹی سی مشین یا ایک معمولی سا پرزہ ہوتا ہے اگر بال برابر بھی اس کی سوئی اپنی جگہ سے کھسک جائے تو جہاز سینکڑوں میل کے حساب سے اپنی منزل مقصود سے دور ہو جاتا ہے۔ علماء کی جماعت درحقیقت ملت و انسانیت کے لئے "قطب نما" ہے جس سے قبلہ کی سمت متعین ہوتی ہے اس لئے اس کا صحیح اور سچا رہنا اور اپنا کام کرتے رہنا ضروری ہے۔ اگر علماء کا تعلق اللہ کے ساتھ درست ہے اگر ان کے اندر اخلاص و اخلاق پایا جاتا ہے، وہ اپنے فرائض کے ادا کرنے میں مستعد اور سرگرم ہیں اور ان اعلیٰ صفات سے متصف ہیں جو کسی درجہ میں نائبین انبیاء اور وارثین کتاب میں پائی جانی چاہئیں تو کم سے کم اس ملک میں دین کا مستقبل محفوظ ہے۔ لیکن اگر یہ نہیں ہے تو پھر دنیا کی کوئی تدبیر اس ملک میں دین کو بچا نہیں سکتی۔

اندلس (اسپین)، پر بڑا تحقیقی کام ہوا ہے۔ اسلام کے وہاں سے بالکل جلاوطن ہو جانے کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی (خدا کرے اب قیامت تک نہ ملے اور مسلمانوں کو پھر کوئی ایسا حادثہ پیش نہ آئے) یہ وہ بدقسمت ملک ہے جس کو احلام کی دولت سے بالکل محروم کردیا گیا، اس کے اسباب پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور بڑی بصیرت افروز کتابیں موجود ہیں۔ مجھے خود بھی خدا نے اس ملک کی زیارت و سیاحت کا موقعہ دیا لیکن ابھی تک اس نقطۂ نظر سے تحقیقی کام ہوا ہے کہ وہاں کے حکمرانوں سے کیا غلطیاں ہوئیں وہاں کون سی سیاسی بے تدبیری اور بے دانشی عمل میں آئی؟ مورخین و مصنفین نے اس کی زیادہ تر ذمہ داری حکمرانوں کے اختلاف اور شمالی اور جنوبی عربوں (عدنانیوں اور قحطانیوں یا یمنیوں اور حجازیوں) کی آویزش و رقابت پر ڈالی ہے۔ لیکن ایک پہلو ایسا ہے جو ابھی تک تشنۂ تحقیق ہے اور اس پر کام نہیں ہوا ہے وہ یہ کہ وہاں کے علماء سے کیا غلطیاں ہوئیں، انھوں نے کیا کمزوری دکھائی ان کے اندر کیا اخلاقی انحطاط دنیا طلبی اور انتشار و اختلاف کی بیماری پیدا ہو گئی تھی جس کا یہ نتیجہ برآمد ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

اس وقت ہندوستان بھی ایک نازک مرحلہ پر آگیا ہے گویا کاتب تقدیر منتظر ہے کہ وہ کیا لکھے؟ اس وقت اگر یہاں بھی علماء نے اپنے کو نہ سنبھالا اور اخلاقی، روحانی علمی و ذہنی چاروں راستوں سے اپنی بلندی، اپنا امتیاز اور اپنی افادیت و ضرورت ثابت نہ کی تو اندیشہ ہے کہ پورے دین اور پوری ملت پر زوال نہ آجائے۔ بعض مرتبہ محدود اور بظاہر معمولی اخلاقی کمزوریاں اور اختلافات اتنے مہیب نتائج کا باعث بن جاتے ہیں جن کا تصور بھی مشکل ہے۔ بعض اوقات وہ پوری سلطنت اور اس ملک میں پوری ملت کو زوال یا شدید آزمائش اور کش مکش میں مبتلا کردیتے ہیں، ہم جب تاریخ کے ذخیرے میں ٹوہ لگاتے لگاتے اور کرید کرتے کرتے اسباب و نتائج کی زنجیر کے آخری سرے پر پہونچتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ فلاں قسم کی ایک نفسانیت، ایک بے دانشی، اجتماعی اور ملی مفاد پر انفرادی مصلحت اور ذاتی مفاد کی ترجیح اس کی اصل ذمہ دار تھی اور اس سے پوری ملت زوال سے دوچار ہو گئی اور ان میں سے اکثر بہت سی چیزوں کا سرا غ دین و علم کے اصل نمائندوں کی سیرت و کردار میں ملتا ہے۔

علماء کی اخلاقی اس کے بعد روحانی و باطنی اور اس کے بعد علمی و ذہنی استقامت و بلندی دین کے بقاء و تسلسل اور دین کے وقار و اعتماد کے باقی رہنے کے لئے ضروری ہے۔ ایسے موقع پر ایک لمحہ مہینہ اور سال کے برابر ہوتا ہے اور ایک سانس ایک عمر کے۔ اس وقت اگر علماء اور علوم دینیہ کے حاملین و منتسبین نے اپنے کو نہ سنبھالا تو اپنی اخلاقی بلندی، اپنی بے غرضی، سچی خدا پرستی کا جس کے اندر نفاق نہ ہو ثبوت نہ دیا تو سخت خطرہ ہے ہمارا حال یہ ہے کہ بعض اوقات بعض مباحات کے استعمال میں احتیاط برتتے ہیں کہ یہ ہماری وضع کے خلاف ہے لیکن بے تکلف ایک مسلمان کی پردہ دری کریں گے۔ افساد ذات البین اور تفریق بین المسلمین میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ دو ذمہ داروں کو ایک دوسرے سے لڑا دیں۔ کسی ادارے کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں۔ جن چیزوں کی حرمت منصوص ہے مثلاً غیبت، چغل خوری، اتہام، دروغ بافی وہ ہماری مجلسوں میں دن رات ہوگی۔ یہ کیا ہے؟ یہ ظاہر داری خدا کے یہاں نہیں چلتی وہ عالم السرائر و عالم الغیب ہے۔ وہ ظاہر سے دھوکہ نہیں کھاتا۔ خیانت حرام، کام چوری حرام، پیسہ لینا اور کام نہ کرنا حرام، مسلمان کی توہین اور عالم کی تذلیل حرام، بے تحقیق و بے ثبوت بات کہنا یا سن کر اس کو فوراً مان لینا اور اس کی اشاعت کرنا حرام۔ حدیث میں آتا ہے:

"کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع"[1] (انسان کے جھوٹے ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو کچھ اس کے کان میں پڑے وہ اس کا چرچا کرنا شروع کردے)۔

قرآن شریف میں آگاہی دی گئی ہے اور تعلیم و تاکید ہے:

"یٰاَیُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا"۔

(مومنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کرلیا کرو)۔

یہ سب منصوصات قطعی ہیں لیکن ہمارے صحیح اخلاق اور ہمارے اصول و ضوابط میں ان کی کوئی اہمیت نہیں۔ ہمیں انھیں مراتب کے ساتھ اور اس ترتیب و تناسب کے ساتھ جو خدا اور اس کے رسول نے قائم کی ہے شریعت کے احکام اور دین کی تعلیمات پر عمل کرنا چاہئے۔ محرمات مکروہات، مستحبات اور مباحات سب کا درجہ الگ الگ ہے۔ ہم ایک عرفی دین کے پابند ہو گئے ہیں اور جو چیزیں ہمارے عرف میں ناپسندیدہ اور قابل نفرت نہیں ہیں ہم بے تکلف ان چیزوں کا ارتکاب کرلیتے ہیں جن سے بعض اوقات پوری ملت کو نقصان پہونچتا ہے جن سے اداروں کی اینٹ سے اینٹ بج جاتی ہے جن سے ایک متحد اور ہم مسلک جماعت میں سخت انتشار پیدا ہو جاتا ہے اور اس سے ان تمام مقاصد اور پورے مسلک کو نقصان پہونچتا ہے جن کی یہ جماعت حامل اور داعی اور ان کی ایک علامت بن گئی ہے یہ عمارت جو آپ دیکھ رہے ہیں ایک مناسب پر قائم ہے اگر یہ تناسب ختم کردیا جائے تو یہ عمارت قائم نہیں رہ سکتی۔ دین کا ایوان بھی خاص مناسب پر قائم ہے وہ بھی اسکے بغیر نہیں رہ سکتا۔

دوستو اور عزیزو! یاد رکھئے کہ ایسے نازک وقت پر اگر کوئی چیز فوری طور پر زوال سے بچا سکتی ہے تو وہ بلند و بالا شخصیتیں ہیں۔ دیکھئے دسویں صدی ہجری میں ہندوستان کا علمی و دینی حلقہ اخلاقی طور پر مریض ہو گیا تھا اور اس کا اثر یہ پڑ رہا تھا کہ ہندوستان میں دین کا مستقبل نہ صرف خطرے میں پڑ گیا تھا بلکہ صاف نظر آرہا تھا کہ ہندوستان کا رُخ کرکے دینی اور تہذیبی ارتداد کی طرف ہے۔ درباری علماء کا نمونہ کیا تھا؟ اس کو ملا مبارک اور ابوالفضل و فیضی کی سیرت و کردار کے مرقع میں دیکھئے۔ زیادہ علماء کے نام نہیں لیتا کہ تاریخ کا سو فیصدی اعتبار نہیں لیکن اسی زمانہ کے صدر الصدور اور مخدوم الملک بھی اخلاقی انحطاط کا شکار نظر آتے ہیں۔ ان کی جاہ پرستی، دولت اندوزی، آپس میں حسد و رقابت اور عزت و اقتدار کے لئے کشمکش کی شہادتیں تاریخ سے ملتی ہیں۔ ابوالفضل و فیضی کے کردار کے متعلق جو انھوں نے دربار اکبری اور حکومت وقت میں ادا کیا تنہا ملا عبدالقادر بدایونی کی تحریروں پر اعتماد کرکے نہیں کہتا اس کی توثیق خود ابوالفضل کی تحریروں سے ہوتی ہے اس وقت اچانک ایک شخصیت نمودار ہوتی ہے جس کا نام نامی حضرت شیخ احمد

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ دعوت و عزیمت حصہ ۳ ص ۹۲ تا ۱۰۱

سرمندی (مجدد الف ثانی) ہے، وہ آئے اور انھوں نے کچھ آدمیوں کو تیار کیا جو اس اخلاقی اور انسانی سطح سے بلند تھے جس پر عام طور پر سرکاری درباری علماء نظر آتے تھے اور ایک دم فضا بدل گئی۔ ع

"جہانے را دگرگوں کرد یک مرد خود آگاہے"

اگر ہمارے ملک کے دینی حلقہ نے بھی جلد کچھ نمونے پیش نہ کئے، اگر جلد پھر ہندوستان میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، یا کسی درجہ میں ان سے نسبت رکھنے والی شخصیت اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی یا ان سے کسی درجہ میں نسبت رکھنے والی شخصیت پیدا نہ کی تو یاد رکھئے کہ یہاں ہندوستان میں علماء ہی کا وقار نہیں دین و علم کا وقار اور پھر ایک قدم آگے بڑھ کر ملت اسلامی کا وقار بھی خطرہ میں پڑ جائے گا اور ان دینی اداروں اور مدارس کی افادیت و ضرورت بھی مشکوک ہو جائے گی جو اسی طبقہ کے افراد پیدا کرنے اور اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے قائم کئے گئے ہیں۔ ان حضرات اور ان کے اسلاف کے ضبط و تحمل، ان کی خود داری اور خدا اعتمادی، ان کی تعاون علی البر والتقویٰ کی صلاحیت، ان کی ملت کے اجتماعی کاموں میں اپنی بے نفسی کا مظاہرہ، ان کی عالی ظرفی بلند نظری اور فراخ دلی اور اپنے ہم مسلک ہی نہیں اپنے مخالفین تک کے کمالات اور محاسن کے اعتراف کی جرأت و توفیق، ان کا استغناء اہل دول سے بے خوفی بے نیازہ اور کنارہ کشی، ان کی اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں مستعدی و سرگرمی، ان کی زاہدانہ و متقشفانہ زندگی، ان کا ملت کے لئے تحقیق در دو کرب، یہی وہ صفات ہیں جنھوں نے پہلے بھی ان جماعتوں اور اداروں میں زندگی کی روح پھونک دی تھی اور زندہ رہنے کا استحقاق پیدا کر دیا تھا، اور یہی صفات آج بھی صرف ان اداروں ہی کو نہیں ملت کو زوال سے بچا سکتی ہیں۔ مدارس کے فضلاء اساتذہ اور طلبہ کے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ وہ اپنے اخلاق اور سیرت و کردار میں بھی ممتاز ہوں۔ اخلاص و تعلق مع اللہ میں بھی کھلا ہوا امتیاز رکھتے ہوں اور ان کی علمی و فکری سطح بھی بلند ہو، وہ مسائل عاصرہ کو سمجھنے بھی ہوں اور ان کے حل کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہوں۔ ان کا مطالعہ بھی وسیع ہو اور وہ عصر حاضر کی زبان اور اسلوب پر بھی قدرت رکھتے ہوں اور جدید ذہن کی ساخت و مشکلات کو بھی سمجھتے ہوں۔ اس مجموعہ اخلاق، روحانی، علمی و فکری بلندی و امتیاز کے بغیر وہ اس انقلاب اور اس دور فتن میں جس میں خود ہماری کمزوریوں اور جدید واقعات نے علمائے دین کے وقار کو مزید مجروح اور دین اور علم پر اعتماد کو مزید متزلزل کر دیا ہے، نیابت انبیاء اور وارثین کتاب کی ذمہ داری ادا نہیں کر سکتے۔ ذمہ داری پچھلے عہد سے بھی بڑھ گئی ہے یہ کسی ایک جماعت علماء کسی ایک ادارے و مدرسہ کا مسئلہ نہیں، اس ملک میں دین و علم کے مستقبل اور ملت کے دین پر اعتماد اور شریعت و علوم دین سے ارتباط کا مسئلہ ہے۔ خدا کرے ہم اپنی ذمہ داری محسوس کریں اور اس کو ادا کرنے کی مخلصانہ اور سرفروشانہ کوشش میں لگ جائیں۔

ایک مخلص دوست
شیخ عبداللہ علی المحمود کے انتقال پر
مولانا علی میاں کا تأثر

(ترجمہ: حشمت اللہ)

ابھی خواہر، اوہ عزیز محمد ثانی حسنی کے سانحۂ ارتحال کا غم تازہ تھا کہ مخلص دوست جناب شیخ عبداللہ العلی المحمود کے انتقال کی خبر ملی جس نے میرے غیر مندمل زخم پر نمک کا کام کیا۔ مرحوم سے میرے تعلقات کچھ ایسے تھے کہ ان کی وفات میرے لئے اپنے خاندان کے کسی فرد کے سانحہ سے کم نہیں ہے جب بھی ان سے ملاقات ہوتی تو مجھے ایسا محسوس ہوتا کہ اپنے خاندان کے کسی بزرگ سے مل رہا ہوں۔ میرے اور ان کے فکر و خیال میں بڑی یکسانیت تھی، اس لئے میں محبت و شیفتگی اور قرب و یگانگت محسوس کرتا تھا۔ ہم بارہا اسلامی کانفرنسوں اور سیمیناروں میں شریک ہوئے جن میں عالم اسلام کے ارباب علم و دانش اور اصحاب دعوت و فکر کی بڑی تعداد شریک ہوتی تھی لیکن مرحوم کی طرح مجھ سے محبت و عنایت بار بار ملنے کا شوق اور میرے آرام و راحت اور صحت کا خیال کسی اور کو نہیں ہوتا تھا۔ وہ مجھ پر برادرانہ شفقت فرماتے اور بار بار ملنے آتے۔ ان کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی کہ ہر جگہ میرے ساتھ رہیں۔ کسی پروگرام میں جانا ہوتا یا کہیں دعوت میں شریک ہونا ہوتو وہ مجھے ہمیشہ اپنی رفاقت کا شرف بخشتے۔

ندوۃ العلماء کے دعوتی، تربیتی اور اصلاحی پروگراموں سے ان کو بڑی دلچسپی تھی۔ وہ ندوہ کے لئے ہمیشہ مخلص اور ہمدرد رہے یہ اخلاص و ہمدردی محض اللہ کے لئے تھی۔ ان کی زندگی کا حاصل یہ تھا کہ وہ اسلامی دعوت و فکر کی اشاعت و تعاون صرف اللہ کی رضا و خوشنودی کے جذبہ سے کریں۔ اسی جذبہ نے معاصرین میں ان کو ایک ممتاز مقام عطا کیا تھا۔ وہ ایک پرجوش داعی تھے، اور یہی ان کی شخصیت کا امتیاز تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایمان و احتساب کی دولت سے نوازا تھا، آج یہ روح مختلف سیاسی اور مادی اسباب اور افکار و نظریات کی وجہ سے مغلوب یا مضمحل ہو کر رہ گئی ہے۔ وہ ہر کام اللہ کی رضا اور آخرت کے اجر و ثواب کے حصول کی نیت سے کرتے تھے۔

وہ ایک دیندار اور راسخ العقیدہ مسلمان ہونے کے ساتھ کشادہ ذہن اور وسیع النظر بھی تھے۔ ان کے اندر حق پرست علماء اور مخلص داعیوں کے تمام اوصاف پائے جاتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ خلیجی ممالک اور عرب امارات سے میرے تعلقات کی اصل بنیاد ان سے میرا ذاتی ربط و تعلق تھا۔ وہ مجھے دعوت شوق و دید سے سرفراز کرتے اور وہاں کی مشہور و معروف اسلامی شخصیات سے متعارف کراتے۔ ان کی وجہ سے شارقہ میرے لئے جذب و کشش کا باعث بن گیا تھا۔ وہاں جاتے ہوئے مجھے مسرت و شادمانی اور سکون و اطمینان ہوتا تھا۔ ایک فقرہ جس پر یہ الفاظ کندہ تھے "شارقہ میں آپ خوش و خرم رہیں" میرے جذبات کی ترجمان تھی۔

وہاں میرا وقت محبت و انس کے خوشگوار ماحول میں گذرتا تھا۔ ان کا گھر میرے لئے اپنے عزیز اور قرابت دار کی طرح تھا جہاں کوئی تکلف یا اجنبیت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔

مولانا جعفر شاہ پھلواروی ندوی انتقال فرما گئے

مولانا جعفر شاہ پھلواروی ۱۹۰۱ء میں پھلواری شریف پٹنہ (بہار) میں پیدا ہوئے وہ مولانا سلیمان پھلواروی کے صاحبزادہ تھے۔ مولانا شاہ سلیمان ندوۃ العلماء کے بنیادی ارکان میں سے تھے اور ندوۃ العلماء کے کئی مجلسوں کی صدارت کی تھی بڑے خطیب و مقرر، ندوۃ العلماء کے معتمد تعلیمات بھی رہے تھے۔

مولانا جعفر شاہ کسی اسکول میں پڑھتے تھے کہ وہاں سے تعلیم چھوڑ کر اپنے چھوٹے بھائی غلام حسنین کے ساتھ دار العلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے بڑے ہونہار و ذکی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے خطابت، صحافت دونوں ہی قسم کی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ ۱۹۲۶ء میں ندوہ سے فارغ ہوئے شاہ معین الدین احمد ندوی مرحوم (ناظم دار المصنفین اعظم گڑھ) کے ہم عصر اور خالتا ہم درس بھی تھے۔ کپورتھلہ (جالندھر) کے راجہ نے بڑے اہتمام سے ہندوستانی طرز سے الگ کمین وغیرہ کے طرز پر ایک شاندار مسجد بنوائی تو اس کے لئے اسی کے معیار کے خطیب کی تلاش ہوئی، اور اس کے لئے جعفر شاہ پھلواروی کا انتخاب ہوا اور انھوں نے اس منصب کو بڑی کامیابی کے ساتھ انجام دیا، قیام پاکستان کے بعد وہیں سے پاکستان چلے گئے تھے۔

مرحوم جماعت اسلامی کے ابتدائی رکن تھے لیکن ۱۹۴۲ء میں اس سے مستعفی ہو کر تصنیف و تالیف کے کام میں مشغول ہو گئے تھے متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ عرصۂ دراز تک ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور سے متعلق رہے۔ رسالہ ثقافت اسلامیہ کی ادارت کا بھی عرصہ تک فریضہ انجام دیا اگرچہ ان کے ہر خیال و فکر سے اتفاق ضروری نہیں ہے اب اخیر میں لاہور سے کراچی منتقل ہو گئے تھے اور یہیں سکونت اختیار کر لی تھی وہاں ایک جمعیتی مسجد میں درس قرآن دیا کرتے تھے۔

والد صاحب کے انتقال کے بعد وہ خانقاہ پھلواری شریف کے سجادہ نشین بھی منتخب کر لئے گئے تھے مگر اس کی کبھی نوبت نہ آئی کہ وہاں آتے اور مسند سجادگی سنبھالتے۔ ع ۸۲ سال ہو چکی تھی کئی بار تبلیغی دورہ پڑ چکا تھا آخری دورہ اخیر مارچ میں پڑا داخل اسپتال کئے گئے مگر قضا و قدر کا فیصلہ ہو چکا تھا ۲ اپریل کی شب میں جان جاں آفریں کے سپرد کر دیں اور کراچی ہی میں آسودۂ خاک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔

(اخبار)

یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خونریز ہے ساقی!

کھلی آنکھیں تو اک ہنگامۂ محشر نظر آیا
عجب سیلابِ عالم گیر کا منظر نظر آیا

نظر آیا میں اک کشتی میں ہوں کشتی ہے بوسیدہ
سواروں اور ملاحوں کے ہاتھوں سے زیاں دیدہ

یہ کشتی ایک رحمت تھی اخوت نام تھا اس کا
بشر کو غرق ہونے سے بچانا کام تھا اس کا

ہزاراں اور ہزاراں ابتلائیں اس نے جھیلی تھیں
تھپیڑے اس نے کھائے تھے جفائیں اس نے جھیلی تھیں

اخوت کی یہ کشتی مستعد تھی کام پر اب بھی
رواں تھی رحمۃ للعالمیں کے نام پر اب بھی

مگر واحسرتا اس وقت غفلت تھی سوار اس پر
مسلط ہو گئے تھے خود غرض اربابِ کار اس پر

یہ اس کشتی کے تختے توڑ کر سیکھے تھے تیراکی
یہ اس کشتی میں روزن کر کے منواتے تھے چالاکی

دل ان کے ہو گئے تھے سخت تر فولاد و آہن سے
یہ اکثر تاپتے تھے آگ اس کشتی کے ایندھن سے

تلاطم کی یہ طغیانی حوادث کی یہ بے باکی
معاذ اللہ یہ وحشت یہ منظر کی غضب ناکی

شبِ تاریک بیم موج گرداب چنیں حائل
نہنگان اجل کی نیتیں بے داد پر مائل

غضب تھا اک شکستہ ناؤ کا منجدھار میں پھنسنا
وفا کی سسکیاں قسمت کا رونا موت کا ہنسنا

کہیں گرداب کے منہ میں کہیں پُرشور دھارے پر
کبھی اس کے اشارے پر کبھی اُس کے اشارے پر

اُڑا کرتے تھے صدموں سے جگر کے جس طرح لختے
اُکھڑتے جا رہے تھے رفتہ رفتہ ناؤ کے تختے

تعجب ہے کوئی پروا نہیں تھی ناؤ والوں کو
کہ طوفاں میں نظر آتی تھی خامی باکمالوں کو

انھیں معلوم تھا گرداب نے کشتی کو گھیرا ہے
گھڑی بھر میں یہ بیڑا اب نہ تیرا ہے نہ میرا ہے

انھیں دعوے تھے بحرِ زندگی میں ناخدائی کے
اُنھیں گر یاد تھے گرداب میں مشکل کشائی کے

یہ طوفانوں پہ کر سکتے تھے لچھے دار تقریریں
دکھا سکتے تھے تقریروں میں طوفانوں کی تصویریں

ہم اس طوفاں کی زد پر ہیں مگر بے فکر بے غم ہیں
بلائے خارجی طوفاں، بلائے داخلی ہم ہیں

بلائے جان ہستی ہے ہماری یہ تن آسانی
چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

حفیظ جالندھری

وسطی وجنوبی امریکہ اور جزائر غرب الہند میں اسلام کا مستقبل اور
مسلمانوں کے حالات، مسائل اور ضروریات کا ایک جائزہ

محمد سمیع اللہ، سکریٹری اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ۔ اسلام آباد

اب جب کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد کے عالمی بلاک منتشر ہو رہے ہیں لاطینی امریکہ دنیا کی عظیم طاقتوں میں سے ایک طاقت کی حیثیت سے ابھر رہا ہے۔ افریقہ کی طرح اب یہ بھی قرآن حکیم کے پیغام کو قبول کرنے کے لئے تیار ہے اور یہ سرزمین تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے ایک کھلا میدان ثابت ہو سکتی ہے۔ بہت سی مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود ہزار ہا کی تعداد میں وہاں ایسے لوگ موجود ہیں جو اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہونے کے لئے کسی قائد کے منتظر ہیں۔ بشرطیکہ اسلام کا پیغام ان کو حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ پہنچایا جائے۔ لیکن موجودہ زمانہ کا المیہ یہ ہے کہ آج کا مسلمان نہ تو اسلام کا مبلغ بن کر ان تشنہ زمینوں کو سیراب کرنے کے لئے تیار ہے نہ ہی اپنے رہن سہن اور سیرت و کردار سے صحیح اسلامی زندگی کا نمونہ پیش کرتا ہے۔

لاطینی امریکہ میں اس وقت اسلام کی دعوت نہ ہونے کے برابر ہے۔ کچھ تبلیغی ادارے اور جماعتیں انگریزی بولنے والے لاطینی امریکہ کے ممالک مثلاً بار بوڈاس، ٹرینیڈاڈ، گیانا اور پناما میں اپنے اپنے طور پر مفید کام کر رہے ہیں۔ مگر بڑے اور وسیع پیمانے پر تبلیغ اور دعوت دین کا کام کرنے کی بہت ضرورت ہے۔ وہاں کے مسلم طلبہ اور نومسلم آبادی کی تبلیغی کوششوں کو منظم اور مربوط کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مسلم ممالک سے نیک اور مخلص علماء باقاعدہ لاطینی امریکہ کے ممالک کا تبلیغی دورہ کرتے رہیں وہاں ان کے قیام سے نہ صرف طلباء کے لئے بلکہ مسلم آبادکاروں کے لئے بھی اپنے مذہب کو سمجھنے اور اس پر صحیح طور پر عمل کرنے کی راہ ہموار ہوگی۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً باہر سے جانے سے وہاں کے نوجوان مسلم طلباء اور محنت کشوں کے مذہبی جذبہ کو تقویت حاصل ہوگی۔ وسطی اور جنوبی امریکہ کے مختلف ممالک میں بالغ مسلمانوں کی روزمرہ کی زندگی میں تبلیغی کوششوں کا فقدان ہے۔ یہ حالات جبھی بہتر ہو سکتے ہیں جب کہ وسطی اور جنوبی امریکہ کے ممالک کے دارالحکومتوں میں کم از کم مستقل امام ہوں جن سے دینی مسائل میں رہنمائی کے لئے بوقت ضرورت رجوع کیا جا سکے۔

مسلم نوجوانوں کی دینی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے لاطینی امریکہ کے مختلف مقامات پر یوتھ کیمپ کا طریقہ شروع کیا جا سکتا ہے۔ (جنوبی امریکا کا سب سے پہلا یوتھ کیمپ ساؤ پاؤلو، برازیل میں فروری ۱۹۸۱ء میں منعقد ہوا اسکو ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ (WAMY) نے اسلامی سکریٹریٹ جدہ کے تعاون سے منعقد کیا)۔ نوجوان مسلمانوں کو ان یوتھ کیمپوں میں جمع کرکے انکے سامنے اسلامی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جا سکتی ہے۔ ان کو اسلامی طریقے بتائے جا سکتے ہیں اور اسلامی طرز حیات کی تربیت دی جا سکتی ہے۔ اصل مقصد ان تمام کوششوں کا یہ ہونا چاہئے کہ ہم اپنے طریقۂ زندگی میں دور رس تبدیلیاں کریں تاکہ ہمارا نوجوان اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوئے فخر محسوس کرے نہ کہ شرمائے۔ اسی طریقہ پر لاطینی امریکہ کے مسلمان اپنے اور اپنے بچوں کے لئے بہتر مستقبل کی امید کر سکتے ہیں۔

یہاں اس بات کی نشاندہی کرنا ضروری ہے کہ ہسپانوی زبان جو کہ اقوام متحدہ کی پانچ سرکاری زبانوں میں سے ایک ہے اور جو کہ مسلمانوں کے تقریباً ایک ہزار سال تک اندلس پر حکومت کرنے کی وجہ سے اسلامی ثقافت سے بھرپور ہے۔ دنیا کی ایک اہم زبان کی حیثیت سے فرانسیسی اور جرمن زبان کی ہم پلہ ہے اور دنیا کے تقریباً ۳۰ کروڑ باشندے (جن میں اسپین کے علاوہ وسطی اور جنوبی امریکہ کے بیس ممالک شامل ہیں) اس زبان کو بولتے ہیں۔ لیکن ہسپانوی زبان میں آج تک کوئی قابل ذکر اسلامی لٹریچر موجود نہیں اور اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ایک اچھا اور مستند ترجمہ قرآن حکیم کا ہسپانوی زبان میں کیا جائے جو کہ لاطینی امریکہ کی مسلم اقلیت کے مذہبی اور روحانی ضروریات کو پورا کر سکے۔

یہ بات قابل اطمینان ہے کہ ایک ہسپانوی مسلمان جن کا نام احمد عبداللہ ہے۔ — Machordom [illegible] (ہسپانوی [illegible] Cominus) — انھوں نے قرآن حکیم کا ترجمہ ہسپانوی زبان میں کرنا شروع کیا ہے۔ اس کی پہلی جلد (جس میں سورۂ آل عمران تک ترجمہ بغیر عربی متن کے) شائع ہوئی ہے۔ یہ ترجمہ بہت سی جلدوں میں شائع ہوگا۔ لیکن اس کی بقیہ جلدیں رقم کی کمی کی وجہ سے شائع ہونے سے رکی ہوئی ہیں۔ لیکن مترجم اسپین کے مسلمانوں میں اچھی شہرت کا مالک دو وجوہات کی بنا پر نہیں ہے۔ اول وہ خود مسلمان بہ عمل نہیں اور دوسرے اس کا عربی زبان کا علم اور اس کی قرآن کریم کو سمجھنے کی اہلیت سطحی اور واجبی سی ہے۔ اس خلا کو پورا کرنے کے لئے گرانڈا (اسپین) کی نومسلم جماعت نے (جو کہ دراقوی کے صوفی طریقہ کے پیروکار ہے) ایک چار رکنی کمیٹی بنائی ہے۔ اس کمیٹی کو قرآن حکیم کو ہسپانوی زبان میں ترجمہ کرنے کا کام سونپا گیا ہے۔ وہ قرآن حکیم کا ترجمہ بمعہ عربی متن کے شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس کام کے نگراں امام محمد ڈیل پوزوال آندرکے ہیں۔ کمیٹی نے اب تک نصف قرآن حکیم کا ترجمہ ہسپانوی زبان میں کر لیا ہے اور یہ کام جاری ہے۔ یہ کمیٹی اپنے ترجمہ کی جانچ پڑتال کے لئے قیروان یونیورسٹی فاس (مراکش) سے رابطہ قائم کئے ہوئے ہے۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ اس بات کی ضمانت ہو جائے کہ قرآن حکیم کا صحیح ترجمہ ہسپانوی زبان میں ہو۔ کیونکہ بحیثیت نومسلم کے ہسپانوی مسلمان اسلامی شریعت اور عربی زبان پر اتنا عبور نہیں رکھتے کہ وہ اس کام کو اپنے طور پر احسن طریقہ سے انجام دے سکیں۔

ہسپانوی زبان میں ترجمہ کے علاوہ اس بات کی بھی سفارش کی جاتی ہے کہ اس امر پر بھی توجہ دی جائے کہ قرآن کریم کا ترجمہ پرتگالی زبان میں بھی کیا جائے جو کہ دنیا کے ۱۵ کروڑ باشندے (۱۲ کروڑ برازیل میں۔ ۳ کروڑ پرتگال، انگولا، موزمبیق، گنی بساؤ اور کیپ ورڈی) میں بولتے ہیں۔ اس وقت پرتگالی زبان میں قرآن حکیم کے پانچ ترجمے موجود ہیں، جو سب کے سب غیر مسلموں (زیادہ تر عیسائیوں اور مستشرقین) نے کئے ہیں جو کہ نامکمل اور صحیح نہیں۔ اس ناگفتہ بہ حالت کو محسوس کرتے ہوئے ڈاکٹر علی نصر نے (جو کہ ۱۹۶۲ء سے ساؤ پاؤلو یونیورسٹی Sao Paulo University (برازیل) میں عربی اور اسلامیات کے پروفیسر ہیں) فیصلہ کیا ہے کہ وہ پرتگالی زبان میں قرآن حکیم کا ترجمہ کریں گے۔ ڈاکٹر صاحب ایک پکے مسلمان ہیں جنھوں نے نو سال تک الازہر یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی ہے۔ اور بعد میں انھوں نے ساربون یونیورسٹی (پیرس) سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی ہے۔ وہ قرآن کریم کا ترجمہ ۱۹۸۳ء تک مکمل کرنے کی توقع کرتے ہیں۔ اور امید کی جاتی ہے کہ اسلامی یونیورسٹی مدینہ اس کو شائع کرے گی۔

یہ بات اہم ہے کہ قرآن کریم کے مستند تراجم دنیا کی تمام بڑی بڑی زبانوں میں کئے جائیں تاکہ مسلم اور غیر مسلم اللہ تعالیٰ کے آخری اور دائمی پیغام سے رہنمائی حاصل کر سکیں۔ قرآن حکیم میں تمام علوم کا نچوڑ ہے اور اس میں صحیح رہنمائی حاصل کرنے کے لئے ہدایت ان لوگوں کے لئے موجود ہے جو اسے سمجھنا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے قرآن حکیم کی سورۂ العصر کی تفسیر میں صحیح لکھا ہے کہ قرآن کریم ہر مسلمان سے پانچ مطالبے کرتا ہے جو کہ آسان زبان میں حسب ذیل ہیں۔

(الف) ایک مسلمان سے توقع کیجاتی ہے کہ قرآن کریم کو اللہ کا بھیجا ہوا اور اس کا کلام سمجھے۔

(ب) ہر مسلمان کو روزانہ اس کی باقاعدہ تلاوت کرنا چاہئے۔

(ج) ہر مسلمان کو قرآن شریف کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

(د) قرآن کریم کی تعلیمات پر ہر مسلمان کو اپنی اہلیت اور استعداد کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔

(ہ) ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ قرآن کے احکامات دوسروں تک پہنچائے۔

فقہ کا صفحہ

(ادارہ)

مسائل، جن کا جاننا ضروری ہے

سوال:۔ نجاست حکمیہ اور نجاست حقیقیہ سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ نجاست حکمیہ انسان کی اس حالت کو کہتے ہیں جس میں نماز اور قرآن مجید پڑھنا درست نہیں ہے۔ نجاست حکمیہ کو حدث بھی کہتے ہیں اور حدث کی دو قسمیں ہیں (۱) حدث اکبر۔ (۲) حدث اصغر۔

۱۔ حدث اکبر:۔ انسان کی وہ حالت جس میں بغیر نہائے یا تیمم کئے نماز اور قرآن مجید کا پڑھنا درست نہیں۔

۲۔ حدث اصغر:۔ انسان کی وہ حالت جس میں بغیر وضو یا تیمم کئے نماز پڑھنا درست نہیں ہاں زبانی قرآن مجید کا پڑھنا درست ہے۔

نجاست حقیقیہ:۔ وہ چیز جس سے انسان نفرت کرتا ہے اور اپنے بدن، کپڑوں اور کھانے کی چیزوں کو اس سے بچاتا ہے۔ اسی وجہ سے شریعت میں اس سے بچنے کا حکم ہوا۔ اور اگر کسی چیز میں لگ جائے تو اس کے دور کرنے اور اس چیز کے پاک کرنے کا حکم کیا گیا ہے۔

نجاست حکمیہ کی طرح نجاست حقیقیہ کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) نجاست غلیظہ۔ (۲) نجاست خفیفہ۔

۱۔ نجاست غلیظہ:۔ وہ چیز جس کے ناپاک ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو تمام دلیلوں سے اس کا ناپاک ہونا ہی ثابت ہو۔ کوئی دلیل ایسی نہ ہو جس سے اس کا پاک ہونا نکلے اور اس سے بچنے میں انسان کو کچھ دقت نہ ہو۔ جیسے آدمی کا پاخانہ، پیشاب، شراب، بہتا ہوا خون، مرغی کی بیٹ وغیرہ۔

۲۔ نجاست خفیفہ:۔ وہ چیز جس کا ناپاک ہونا یقینی نہ ہو، کسی دلیل سے اس کا ناپاک ہونا معلوم ہوتا ہو، اور کسی دلیل سے اس کے پاک ہونے کا شبہ ہوتا ہو جیسے گھوڑے کا پیشاب۔ اس جانور کا پیشاب جس کا گوشت حلال ہے، جیسے گائے، بکری، اونٹ وغیرہ۔ اس پرندے کی بیٹ جس کا گوشت کھایا جاتا ہے وغیرہ۔

سوال:۔ نجاست مرئیہ اور نجاست غیر مرئیہ کس کو کہتے ہیں؟

جواب:۔ نجاست مرئیہ اس نجاست کو کہتے ہیں جو سوکھنے اور خشک ہونے کے بعد نظر آئے جیسے پاخانہ، خون سائل وغیرہ

نجاست غیر مرئیہ۔ اس نجاست کو کہتے ہیں جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے جیسے پیشاب اور نجس پانی وغیرہ۔ واضح رہے کہ نجاست مرئیہ غلیظہ بھی ہو سکتی ہے اور خفیفہ بھی، اسی طرح نجاست غیر مرئیہ غلیظہ بھی ہو سکتی ہے اور خفیفہ بھی۔

سوال:۔ اگر کوئی شخص کچھ کھانا پکوا کر فقیروں کو اپنے گھر میں جمع کرکے کھلائے اور زکوٰۃ کی نیت کرے تو درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ مذکورہ بالا صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی درست نہیں ہوگی۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ جس کو زکوٰۃ دی جائے اس کو مالک بنا دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں یہ چیز نہیں پائی گئی ہے ہاں اگر وہ کھانا فقیروں کو دے کر ان کو اختیار دے دیا جائے کہ وہ اس کو جو چاہیں کریں اور جہاں چاہیں کھائیں تو درست ہے اور اس طرح کرنے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

سوال:۔ زکوٰۃ کے روپئے سے کسی میت کا کفن خریدنا درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ زکوٰۃ کی رقم سے کسی میت کا کفن خریدنا درست نہیں ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کے روپئے سے کسی میت کا قرض ادا کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

سوال:۔ مسجد یا مدرسہ کی تعمیر میں زکوٰۃ کا روپیہ صرف کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ مسجد یا مدرسے کی تعمیر میں زکوٰۃ کا روپیہ صرف کرنا درست نہیں۔ زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

سوال:۔ جس کو زکوٰۃ کی رقم دی جائے کیا اس کو بتانا ضروری ہے کہ یہ زکوٰۃ کا روپیہ ہے؟

جواب:۔ جس شخص کو زکوٰۃ کی رقم دی جا رہی ہے اگر اس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ زکوٰۃ مصرف ہے اور اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے تو ایسے شخص کو بتانا ضروری نہیں ہے کہ اس کو جو رقم دی گئی ہے وہ زکوٰۃ کی رقم ہے۔ اسی طرح اگر وہ شخص زکوٰۃ کا مستحق تو ہے لیکن اگر اسے یہ کہہ کر دیا جائے کہ زکوٰۃ کا روپیہ دیا جا رہا ہے تو باوجود ضرورتمند ہونے کے وہ لینے سے انکار کر دے گا تو ایسی صورت میں اسے کسی دوسرے عنوان سے ہدیہ کے نام پر، یا کسی اور طریقے سے دینا چاہئے۔ غرض یہ کہ ایسی صورت میں بتانا ضروری نہیں ہے کہ اسے زکوٰۃ کی رقم دی جا رہی ہے۔ ہاں اگر جس کو زکوٰۃ کی رقم دی جا رہی ہے اس کے بارے میں تحقیق نہ ہو کہ وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے یا نہیں۔ ایسی صورت میں اسے بتا دینا چاہئے تاکہ اگر وہ زکوٰۃ کا مستحق نہ ہو تو نہ لے۔

سوال:۔ نماز پڑھنے کے بعد ایک شخص نے دیکھا کہ اس کے کپڑے یا جسم پر نجاست لگی ہوئی ہے اور اس حالت میں اس نے نماز پڑھی ہے ایسی صورت میں اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب:۔ اگر وہ نجاست غلیظہ ہے اور بقدر درہم یا اس سے زیادہ ہے تو اسے نجاست پاک کرنے کے بعد اپنی نماز دہرانی چاہئے اگر نجاست تھوڑی ہے تو نماز کا دہرانا ضروری نہیں لیکن بہتر ہے۔

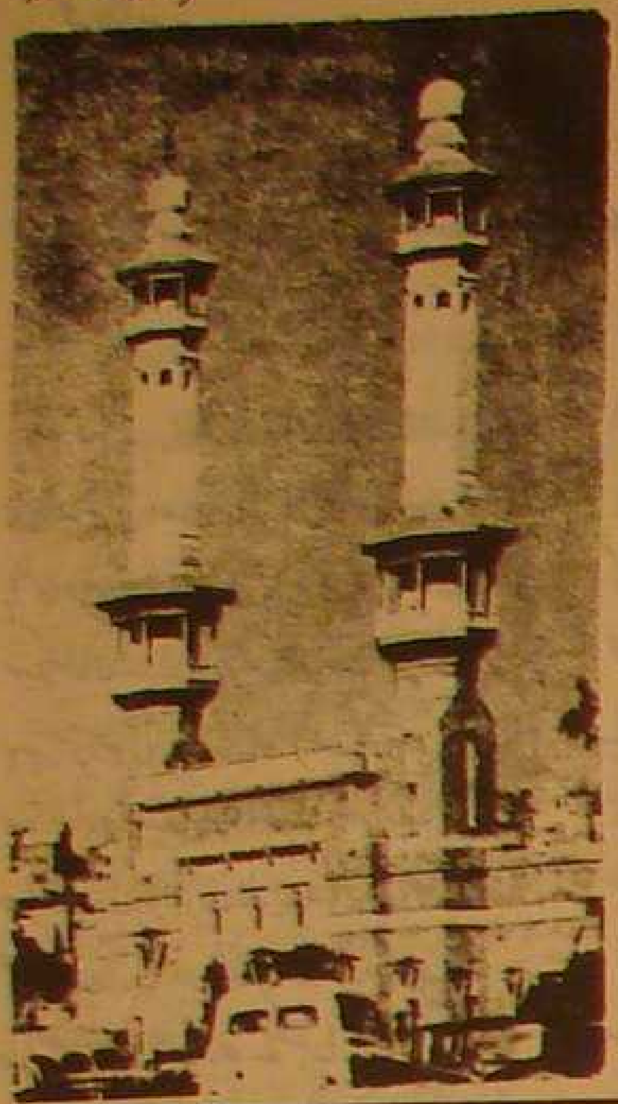

بقیہ ص ۸ کا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ "مجھ سے لوگوں تک قرآن کا پیغام پہنچا دو چاہے وہ ایک آیت ہی ہو"۔ یہ اس بات کا شبہ سے بالا ثبوت ہے کہ کسی مسلمان کو قرآن حکیم کا پیغام دوسروں تک پہنچانے سے مستثنیٰ نہیں قرار دیا گیا۔ غرضیکہ اللہ کے پیغام کو تمام دنیا میں پہنچانے کا فریضہ امت مسلمہ کو ہمیشہ کے لئے سونپ دیا گیا ہے لیکن اس فرض کی نوعیت مختلف گروہوں کے لئے مختلف ہے۔ علماء کو یہ فریضہ اپنے علم اور اہلیت کے مطابق ادا کرنا ہوگا جب کہ عوام الناس اپنی استعداد اور ذرائع کے مطابق ادا کریں گے اگر کوئی شخص صرف قرآن حکیم کی تلاوت کر سکتا ہے تو وہ دوسروں کو اسی طرح پڑھائے۔ وہ شخص جو قرآن کا حافظ ہے اسے دوسروں کو قرآن حفظ کرنے میں مدد کرنی چاہئے۔ اور وہ آدمی جو قرآن شریف کے معانی سمجھ سکتا ہے اسے دوسروں کے لئے تفسیر لکھنی اور بیان کرنی چاہئے۔ اگر ایک شخص قرآن حکیم صرف ایک سورہ کے معانی سمجھتا ہے تو اگر وہ دوسرے کو یہ بتا دیتا ہے تو وہ اس فریضہ کو ادا کر دیتا ہے کہ قرآن حکیم دوسروں تک پہنچا دو۔ لیکن امت کی اجتماعی ذمہ داری اس وقت تک پوری نہیں ہوگی جب تک قرآن حکیم کی تعلیم (جس میں ناظرہ اور تفسیر شامل ہیں) تمام دنیا میں نہ پھیلا دی جائے۔

لاطینی امریکہ میں مسلمانوں کی حالت (ملک بہ ملک) آئندہ آنے والے صفحات میں بیان کی گئی ہے تاکہ اسلامی تبلیغی دعوت کی صلاحیتوں اور طریقوں کو غیر مسلم ماحول میں پھیلانے کا جائزہ لیا جا سکے۔

(جاری)

بقیہ ص ۳، اداریہ

صداقت کا معیار قرار دے رہے ہیں۔ اس مسئلہ پر ایرانی مقبوضات کی وہی حیثیت ہوگی جو اسرائیلی مقبوضات کی ہے۔

مذکورہ بالا فضا و ماحول میں امام خمینی جس عقیدہ کا اظہار کریں وہ قرآن کے منافی میں ہوگا اور اس وقت کی مصلحت بھی یہی ہے کہ وہ دین اسلام پر طعن و تشنیع اور محرف باتوں کا اعادہ کریں اور قرآن مجید کی صاف اور واضح آیات سے دل و نظر کی آنکھیں بند کر لیں جب کہ قرآن نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق کھلے الفاظ میں ان کی ثابت قدمی، استحکام اور ایمان کی صراحت کر دی ہے "ولما رأى المؤمنون الاحزاب قالوا هذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله، وما زادهم الا ايمانا وتسليما۔" (احزاب۔ ۲۲)

نگران اعلیٰ:
مولانا ابو العرفان ندوی
مجلس ادارت:
شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی
پرنٹر، پبلشر جمیل احمد ندوی نے نیکنس اینڈ ٹکنیکرس پرائیویٹ لمیٹڈ، ۲۹۔ نول کشور روڈ، لکھنؤ میں طبع کراکے دفتر "تعمیر حیات" شعبہ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

محمد طاہر

ندوہ کے شب و روز

۲۲ فروری ۱۹۸۲ء کو مولانا سید سیاح الدین صاحب کاکا خیل رکن اسلامی نظریاتی کونسل بولانا عبدالقدوس ہاشمی صاحب ندوی ڈائرکٹر مؤتمر عالم اسلامی، ڈاکٹر سید سلمان ندوی صدر شعبہ ثقافت اسلامیہ ڈربن یونیورسٹی جنوبی افریقہ۔ ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا صدر ادارہ تحقیقات اسلامی، اور جناب محمد طفیل صاحب، ڈاکٹر شرف الدین صاحب اصلاحی رجنآ محمود احمد غازی، اور ڈاکٹر احمد خاں صاحب، دارالمصنفین اعظم گڈھ کے سمینار میں شرکت کے بعد ندوۃ العلماء تشریف لائے۔

طلباء دارالعلوم کی انجمن "جمعیۃ الاصلاح" نے مہمان کرام کے اعزاز میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کی زیر صدارت جلسہ استقبالیہ منعقد کیا مہمان کرام نے اپنے تاثرات، ارشادات وتجربات پیش فرمائے۔ اور طلبہ کو مفید علمی مشوروں سے نوازا۔

جناب مفتی سید سیاح الدین صاحب کاکا خیل رکن اسلامی نظریاتی کونسل پولانا اسلامی ڈاکٹر سید سلمان ندوی صدر شعبہ ثقافت اسلامیہ ڈربن یونیورسٹی جنوبی افریقہ۔ ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا صدر ادارہ تحقیقات اسلامی، اور جناب محمد طفیل صاحب، ڈاکٹر شرف الدین صاحب اصلاحی رجنآ محمود احمد غازی، اور ڈاکٹر احمد خاں صاحب، دارالمصنفین اعظم گڈھ کے سمینار میں شرکت کے بعد ندوۃ العلماء تشریف لائے۔

طلباء دارالعلوم کی انجمن "جمعیۃ الاصلاح" نے مہمان کرام کے اعزاز میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کی زیر صدارت جلسہ استقبالیہ منعقد کیا مہمان کرام نے اپنے تاثرات، ارشادات وتجربات پیش فرمائے۔ اور طلبہ کو مفید علمی مشوروں سے نوازا۔

جناب مفتی سید سیاح الدین صاحب کاکا خیل رکن اسلامی نظریاتی کونسل پولانا اسلامی ڈاکٹر سید سلمان ندوی صدر شعبہ ثقافت اسلامیہ ڈربن یونیورسٹی جنوبی افریقہ۔ ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا صدر ادارہ تحقیقات اسلامی، اور جناب محمد طفیل صاحب، ڈاکٹر شرف الدین صاحب اصلاحی رجنآ محمود احمد غازی، اور ڈاکٹر احمد خاں صاحب، دارالمصنفین اعظم گڈھ کے سمینار میں شرکت کے بعد ندوۃ العلماء تشریف لائے۔

طلباء دارالعلوم کی انجمن "جمعیۃ الاصلاح" نے مہمان کرام کے اعزاز میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کی زیر صدارت جلسہ استقبالیہ منعقد کیا مہمان کرام نے اپنے تاثرات، ارشادات وتجربات پیش فرمائے۔ اور طلبہ کو مفید علمی مشوروں سے نوازا۔

ان کی واقفیت اور مسائل سے آگہی پہلے سے بہت بہتر ہے۔ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں مسلمانوں کی جدید نسل صرف اپنی ہی صلاحیت اور اپنی ہی محنت سے اجتماع میں کوئی مقام حاصل کرسکتی ہے۔ مجھے ان طلبہ کو دیکھ کر بڑا اطمینان حاصل ہوا اور یہ امید استوار ہوگئی کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا مستقبل تاریک نہیں ہوسکتا۔"

ڈاکٹر سید سلمان ندوی بن مولانا سید سلیمان ندوی صدر شعبہ ثقافت اسلامیہ ڈربن یونیورسٹی جنوبی افریقہ نے کہا: "میرا تقریباً ۲۲ برس کے بعد ندوہ آنا ہوا اور اس طرح "جمعیۃ الاصلاح" کو پھر دیکھنے کا موقع ملا۔ میں بھی "جمعیۃ الاصلاح" کے پرانے گہنگاروں میں ہوں، ندوہ میں آکر اور پھر "جمعیۃ الاصلاح" کے ہال میں داخل ہوکر عہد ایام گذشتہ یاد آیا۔ دل میں ایک ہوک اٹھا اور آنکھ میں آنسو بھر آئے۔ طلبہ کی علمی اور "خطابتی" مصروفیات جو پہلے سے بہت زیادہ ہیں، دیکھ کر بہت مسرت ہوئی۔ یہ کبھی نہ بھولئے کہ اسلام کا مستقبل آپ کے علم وعمل، اخلاص اور ایثار کے مجموعہ سے وابستہ ہے۔"

ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا صدر شعبہ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد نے کہا: "میری زندگی کے یہ عزیز ترین لمحات تھے جو میں نے اس مرد الفضل ادارہ کے احاطہ میں گزارے۔ اساتذہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور طلبہ کو دیکھ کر بہت ہی مسرت ہوئی میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی خدمت اور مساعی کو اپنی عنایات اور برکات سے مالامال اور طلبہ کو فلاح دارین کی برکات میسر کرے۔

ڈاکٹر احمد خاں صاحب اور جناب محمد طفیل صاحب ادارہ تحقیقات اسلامی نے "جمعیۃ الاصلاح" کی سرگرمیوں کو دیکھ کر دلی مسرت کا اظہار کیا اور کہا کہ ہمیں جب ان کا مہمان بننے کا شرف حاصل ہوا اس سے بڑی ہماری کوئی خوش بختی نہیں ہوسکتی۔ اس علمی مرکز میں گزرے ہوئے لمحات مجھے ہمیشہ یاد رہیں گے۔ اس کی یادیں میرا سرمایہ حیات رہیں گی۔

کلیۃ الشریعہ کا ماہانہ انعامی علمی مذاکرہ:

کلیۃ الشریعہ کے تحت ماہانہ علمی مذاکرہ میں طلبہ نے فن تفسیر کے مختلف موضوعات پر مقالات لکھے اور انعامات حاصل کئے، کامیاب ہونے والے طلبہ کو ۱۱ مارچ بعد نماز ظہر جناب مولانا ابوالعرفان خاں ندوی وکیل کلیۃ الشریعہ واصول الدین نے انعام دئے، مولانا نے کامیاب ہونے والوں کو مبارکباد دی اور قیمتی مشوروں سے طلبہ کو نوازا اور طلبہ کی علمی جد وجہد اور دل چسپیوں کو دیکھ کر خوشی اور اعتماد کا اظہار کیا۔ انعام یافتگان کی تفصیل ذیل میں ہے۔

طبقہ علیا:۔ اول رضی الاسلام، دوم محمد اکرم سوم ہارون رشید، چہارم جعفر مسعود حسنی، پنجم احمد فہمی زمزم؛

طبقہ سفلی:۔ اول عبدالحفیظ، دوم بہاؤالدین سوم عبدالرزاق، چہارم نفیس احمد، پنجم سلیم الشافعی، اور بقیہ شرکاء کو ترغیبی انعامات دئے گئے۔

النادی العربی کا ششماہی تقریری انعامی مقابلہ:

طلبہ کی عربی انجمن النادی العربی نے ششماہی تقریری انعامی مقابلے منعقد کئے۔ اس میں کامیاب ہونے والے ذیل میں ہیں۔

طبقہ علیا:۔ اول محمد خالد کانپوری، دوم بشیر الدین، سوم عبدالقیوم کشمیری، چہارم اکبر ثرین ترغیبی انعام محمد یوسف صدیقی۔

طبقہ وسطی:۔ اول احمد فہمی زمزم، دوم زبیر احمد، سوم محمد صہیب الحسینی، چہارم محمد احسان، پنجم اسد اللہ۔

طبقہ سفلی الف:۔ اول رشید احمد، دوم ارشد حسین کشمیری، سوم رشید احمد اعظمی۔

طبقہ سفلی ب:۔ اول محمد انتخاب، دوم شاکر علی، سوم توفیق احمد۔

جمعیۃ الاصلاح کا برجستہ تقریری انعامی مقابلہ:

"جمعیۃ الاصلاح" جو طلبہ کی علمی، ادبی، ثقافتی سرگرمیوں کا مرکز ہے اور طلبہ کو اس میدان میں استفاد کے مواقع ووسائل مہیا کرتی ہے اس کے تحت برجستہ تقریری انعامی مقابلہ ہوا اور کامیاب ہونیوالے طلبہ کو جناب محترم ماسٹر عبدالسمیع صدیقی نے طلبہ کو مبارکباد پیش کی اور انعامات تقسیم کئے انعام یافتگان کی تفصیل یہ ہے۔

طبقہ علیا:۔ اول وثیق الرحمٰن، دوم شمس الدین سوم بشیر الدین۔

طبقہ سفلی:۔ اول محمد مبین، دوم عبدالقیوم، سوم انوار عالم۔ اور بقیہ شرکاء کو ترغیبی انعامات دئے گئے۔

از: محمود الازہار ندوی

دارالمصنفین اعظم گڈھ کا سمینار

مقالات کی نشست

اس نشست کی صدارت جناب مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی صدر مجلس مشاورت نے کی اور نظامت کے فرائض ڈاکٹر سید سلمان ندوی نے انجام دئے۔ سب سے پہلے اس نشست میں ڈاکٹر عبدالعظیم الدیب قطر یونیورسٹی قطر نے اپنا مقالہ المستشرقون والتاریخ کے عنوان پر پیش کیا اردو خلاصہ مولوی محمد رضوان ندوی نے کیا۔

المستشرقون والتاریخ:

ڈاکٹر عبدالعظیم الدیب نے اپنے مقالہ میں مستشرقین کو تغیر پذیر بتلاتے ہوئے اس کا تاریخی پس منظر پیش کیا انھوں نے اپنے مقالہ میں اس بات کو ثابت کیا کہ مستشرقین نے سب سے پہلے علوم اسلامیہ کو اپنی زبان میں منتقل کیا اور اس کی نشر واشاعت میں پوری دلچسپی دکھائی مگر آخر میں ان کا نقطۂ نظر بدل گیا حقیقی مقاصد پر آگئے۔ انھوں نے ان ہی کتابوں کی نشر واشاعت سے دلچسپی برقرار رکھی جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے مضر تھیں اور جن کے واسطہ سے آنے والی مسلمان نسلوں میں غلط خیالات پھیلے گویا یہ تحریک مسلمانوں کو ان کے ماضی سے دور کرنے کے مترادف ہے، استشراق علمی تحریک کے ساتھ ساتھ کچھ مقاصد رکھتی ہے اور ان ہی مقاصد کے تحت وہ کام کرتی ہے اس سلسلہ میں ہمیں اپنا موقف واضح کرنا چاہئے اور صرف یہ کہہ دینا کہ مستشرقین نے زہر پھیلایا اور غلط کتابیں نشر کیں یہ کافی نہیں ہیں بلکہ اس کا تدارک کرنے کے لئے وسائل کو بروئے کار لانا چاہئے۔

ہمیں اس بات سے خوشی ہے کہ دارالمصنفین نے تاریخ کو ایک خاص اہمیت دی اور تاریخ کی کتابوں کو زیادہ سے زیادہ معتبر کرکے طبع کی۔ مستشرقین نے چونکہ تاریخ ہی سے فائدہ اٹھایا ہے اور تاریخ کو مسخ کرکے پیش کیا ہے، عیزاہم کو اہم، اور اہم میں سے بڑے پہلو کو اختیار کیا اور اہمیت سے کو آزاد کرنے کی کوشش کی، اور اسلامی تاریخ میں جو فتنے پیش آئے وہ ان کی دل ونظر کو بھائے اور اسی کو معیار قرار دیا۔

ڈاکٹر عبدالعظیم الدیب نے اس سلسلہ میں یہ تجویز پیش کی کہ سب سے پہلے مستشرقین کی شائع شدہ کتابوں میں جو غلطیاں ہیں وہ سامنے لائی جائیں اور آپ نے اس طرف بھی توجہ مبذول کرائی کہ تاریخ کی مختلف سطح اور معیار کی کتابیں لکھی جائیں مثلاً اسکول کے معیار کی کتابیں، کالج کے معیار کی کتابیں، یونیورسٹی کی سطح کی کتابیں اور تاریخی واقعات یا مواد کے انتخاب میں اس امر کا لحاظ رکھا جائے کہ یہ کتابیں کس سطح کے طلبہ کے لئے تیار کی جارہی ہیں اس میں مصنفین کی دیانت کی بھی ضرورت ہے اور دین کی خیر خواہی بھی ملحوظ رکھی جائے ذہن کی تربیت کا بھی پہلو سامنے ہو اس کے ساتھ تاریخی واقعات کے انبار میں انتخاب بھی ایک اہم کام ہے صرف اختراع کا مسئلہ نہیں ہے۔ مستشرقین نے بڑی چابکدستی سے بلکہ بک دستی کے ساتھ واقعات کا انتخاب اس طرح کیا ہے کہ وہ تصویر نہایت سادہ اور تاریک ہے یہ بات قابل لحاظ ہے۔ اور خاص طور پر ایسے ادارے کے لئے جہاں تاریخ سازی ہی نہیں تدریج نویسی کا بھی کام ہو رہا ہو وہاں یہ کام ہر سطح کے معیار اور معتبر انداز میں ہوسکتا ہے۔

سر ہملٹن گب:

اس نشست میں دوسرا مقالہ پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی کا تھا۔ آپ کا مقالہ مشہور مستشرق سر ہملٹن گب پر تھا۔

پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی نے اپنے مقالہ میں مستشرقین کی علمی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی موضوعیت و داخلیت پر افسوس کیا اور کہا کہ ان کا مطالعہ غیر معروضی ہی نہیں بلکہ اکثر کے یہاں تعصب بھی عیاں ونمایاں ہے مستشرقین میں عیسائی ویہودی ہیں لیکن عیسائیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور یہ داستان چودہ برس پر پھیلی ہے لیکن داستان کا بنیادی نکتہ ایک اور صرف ایک رہا ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد مستشرقین کے رویہ میں کافی تبدیلی ہوئی ہے اس تبدیلی کے سیاسی اور معاشی اسباب ہیں لیکن اس زمانہ میں اورینٹل ازم (ORIENTALISM) کا علمی اعتبار سے انحطاط بھی ہوا ہے اور اب ایسے مستشرق نہیں ہیں جیسے کہ انیسویں صدی اور بیسویں صدی کے آغاز میں تھے اسی دور میں ایک سنجیدہ اور بردبار مستشرق جس کا علم گہرا اور نظر بھی دقیق ہے لیکن وہ بھی مکمل طور پر غیر جانب دار نہیں ہے اور اس کی بعض تحریروں میں ان نظریات وتصور کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے جو اسے اس شعبہ میں اپنے پیشروؤں سے ورثہ میں ملی ہے وہ سر ہملٹن گب ہے، جو علمی دنیا میں گب کے نام سے مشہور ہے۔

علمی دنیا نے سر ہملٹن گب کے کارناموں کا اعتراف کیا ہے وہ مشہور علمی وادبی سوسائٹیوں کے ممبر رہے ان کا شمار صف اول کے اسکالروں میں کیا جاتا ہے۔ انھوں نے جدید عربی کے ارتقا، عربی زبان وادب، اسلامی سوانحی ادب جیسے اہم موضوعات پر موشگافیاں کی ہیں۔ ابن خلدون کا ۴۰ برس تک مطالعہ کیا۔ انہوں نے تاریخ وتمدن کے موضوعات پر پہلے ہی سے کچھ نظریات قائم کرلئے اور واقعات کو اپنے انہی نظریوں کی روشنی میں دیکھتے ہیں اور حضرت ابوبکرؓ کا مکی سرداروں کو شام کی سرحدوں پر بھیجنا اسی مقصد کے تحت تھا کہ اگر قبائل کی توجہ دوسرے ملکوں کی طرف پھیر دی جائے تو ان پر کیا ردعمل ہوگا اور پھر اس میں کامیابی ہوئی تو پھر جنگوں اور فتوحات کا سلسلہ شروع ہوگیا کہہ کر اسلام کی انقلابی اور اصلاحی تعلیمات کی تاریخی سورمائی کو نظر انداز کردیا ہے یعنی بدوی قبائل نے اسلام کو اس کے اپنے انسانی وروحانی اصولوں کی بنا پر نہیں اپنایا بلکہ جب انہوں نے دیکھا کہ اس سے ان کا دنیوی اور معاشی مفاد وابستہ ہے تو انھیں اسلام سے تعلق پیدا ہوا۔

گب نے حدیث کے ساتھ بھی مندرجہ بالا نقطۂ نظر پیش کیا ہے حدیث اور علم حدیث کی تدوین کو علماء حدیث کی صنعتی تخلیق سے تعبیر کیا ہے۔ بارہویں صدی کی عبقری شخصیت سلطان صلاح الدین ایوبی سے گہرے شغف کا اظہار کرتا ہے اور انہیں غیر معمولی شخصیت قرار دیتا ہے اور لکھتا ہے کہ صلاح الدین ایوبی ایسی شخصیتوں میں سے تھے جو محض اپنے گرد وپیش کے حالات کے پروردہ ہوتی ہے، بلکہ انھوں نے خود ایک بڑے مقصد کے لئے اپنے دینی اخلاق کے سہارے نہ صرف حالات کو اپنے موافق بنا لیا بلکہ نئے حالات پیدا کئے اور سیاسی انحطاط اور اخلاقی زوال کے عہد میں اسلام ومسلمانوں کی آبرو باقی رکھی۔

گب عقیدتاً عیسائی تھا اور جس عقیدہ میں ذہن کو روحانی تسکین حاصل ہو اسے اپنایا اور مسلمانوں کو بھی وہ حق دیتے تھے کہ زیر مطالعہ مذہب کے ماننے والوں کے عقائد پوری وضاحت کے ساتھ مکمل طور پر بیان کردئے جائیں۔ پروفیسر گب نے اسلام پر جو کتابیں لکھی ہیں اس کا نام محمڈن ازم رکھا کیونکہ مسلمان اپنے آپ کو امت محمدیہ کہتے تھے یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر اسلام پر اپنے یقین کا اقرار کرتے تھے۔ اور دوسرے حصہ کی اہمیت ان کے ذہن میں اس کے نام کے مضمرات کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ موجود رہتی ہے۔

الفریڈ گیئوم ایل استھ تعارف وتجزیہ:

اس نشست میں تیسرا مقالہ جناب ڈاکٹر منیر الحق ندوی کا الفریڈ گیئوم ایل استھ تعارف وتجزیہ پر تھا۔ آپ نے اپنے مقالہ میں پروفیسر استھ کے ابتدائی حالات کا ذکر کیا ہے۔ استھ اپنے فکر وعمل کے اعتبار سے مذہبی تھے اور تقوی کو کوئی مخصوص مذہب کی ملک نہیں تسلیم کرتے تھے اور اسے ان کے اور خدا کے باہمی تعلق کا نتیجہ بتاتے تھے۔ پروفیسر استھ ایمان کو معاہدہ تسلیم کرتے ہیں کہ بندہ اپنے خدا سے ڈرتا ہے اور اس کی روسے وہ اپنی مرضی کو خدا کی مرضی کے تابع کردیتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ایمان کا اظہار ہوتا ہے اور وہ ایک مکمل اختیار کرلیتا ہے۔ خدا پر ہمارا ایمان جتنا زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی ہم اس کے تابع وفرمانبردار بندے ہوں گے۔ اس اتباع وفرمانبرداری کو استھ اسلام کہتے ہیں۔ اسلام ان کے نزدیک دراصل ایمان کے اظہار کا نام ہے اور ان الدین عند اللہ الاسلام مذکورہ اطاعت خداوندی کے معنی میں لیتے ہیں دوسرے وہ مسلمانوں کے اس دعوی سے متفق نہیں ہیں کہ اصطلاحی طور سے مسلمان ہوئے بغیر خدا کی مرضی کے آگے سر نہیں جھکایا جاسکتا ہے انھوں نے جس طریقہ سے اپنے کو خدا کے سپرد کیا ہے وہی سپردگی ان کے نزدیک

بقیہ صفحہ

علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالماجد دریابادی، مسٹر ماڈیوک پکتھال، عبداللہ یوسف علی، محمد اسد، آرنلڈ، مولانا مظہر الحق صدر دائرۃ آشرم پٹنہ، محمد عثمان فارقلیط، مولانا محمد زکریا کاندھلوی، شیخ الحدیث مہاجر مدینہ، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا محمد عبدالملک جامعی مراد آبادی ثم المدنی، مولانا نسیم احمد فریدی، امیر تبلیغ مولانا محمد یوسف کاندھلوی، شاہ سید بدرالدین امیر شریعت بہار، مولانا ابوالمکارم محمد سجاد بانی امارت شرعیہ بہار، شیخ سید نورسی ترکی مولانا العلا مودودی نواب حافظ احمد سعید خاں چھتاری، مولانا حالی اکبرآبادی، شیخ حسن البنا شہید مفتی امین الحسینی فلسطین

طلباء کی عربی انجمن النادی العربی کی جانب سے حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کی زیر صدارت اعظم گڈھ کے سمینار سے واپسی پر عرب مہمانان کے اعزاز میں جلسہ استقبالیہ منعقد ہوا۔ النادی العربی کے سکریٹری امام الہدیٰ نے سپاسنامہ پیش کیا اس کے بعد معزز عرب مہمانان جناب عبدالعصور مرزوق سکریٹری جنرل رابطہ عالم اسلامی اور ڈاکٹر عبدالوہاب سلمان نے طلبا کو خطاب کیا ایمان افروز کلمات اور تأثرات پیش کئے۔ اس کے بعد صدر جلسہ حضرت مولانا ندوی نے پر اثر تقریر فرمائی۔

توسیعی خطبات:

۱۱ اپریل کو "جمعیۃ الاصلاح" کی دعوت پر جناب پروفیسر عتیق احمد نظامی صاحب صدر شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی اور جناب پروفیسر ایوب خواجہ احمد صاحب فاروقی صدر شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی، ندوۃ العلماء تشریف لائے۔ بعد نماز عصر اور بعد نماز مغرب حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی زیر صدارت توسیعی خطبات کی نشستیں منعقد ہوئیں۔ جمعیۃ الاصلاح کے ناظم خطیب عالم نے استقبالیہ پیش کیا۔ بعد میں خواجہ احمد فاروقی صاحب نے "اردو زبان وادب کا مطالعہ" کے موضوع پر اور جناب پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب نے "اسلامی فکر کا اثر ہندوستانی تہذیب پر" کے موضوع پر فکر انگیز اور پر از معلومات مقالات پیش فرمائے۔ طلبہ نے ہمہ تن گوش ہوکر مقالات سنے۔ مقالات کے اختتام پر سوالات کا سلسلہ شروع ہوا۔

آخر میں صدر جلسہ کے ارشادات عالیہ پر جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

"الاسلام" ہے۔
سراسمتھ اطاعت الٰہی کو شریعت اسلامیہ میں محدود نہیں سمجھتے۔ شریعت اسلامیہ اسمتھ کے نزدیک دراصل مذہب کے اسی رخ سے تعلق رکھتی ہے جسے وہ اجتماعی روایات کہتے ہیں جس کا وجود ایک سے زیادہ شکلوں میں ممکن ہے۔

اسمتھ نے اسلامی موضوعات کو کیوں منتخب کیا تو اس کا جواب ان کی مختلف تحریروں میں تلاش کرنا چاہئے اس معاملہ میں نہ تو وہ اتنے بدیانت ہیں کہ دنیا کے سامنے اسلام کی غلط تصویر پیش کرنے کی خاطر اس میدان میں آئے ہیں اور نہ ہی اتنے خوش فہم ہیں کہ سوچتے ہوں کہ اس طرح چند مسلمانوں کے دلوں میں گھس کر انہیں اسلام سے برگشتہ کرسکیں۔ اسمتھ کو اس بات پر انشراح صدر ہے اور وہ اس بات کو لکھ چکے ہیں کہ اب بڑے پیمانے پر تبدیلی مذہب ممکن نہیں۔

امت محمدیہ یا امت اسلامیہ:

اس موقع پر جناب عابد رضا بیدار ڈائرکٹر خدا بخش لائبریری پٹنہ نے یہ سوال کہ اسلام جو ہر دور میں رہا ہے اور خدا کا پسندیدہ دین ہے اس کی اصلاح شدہ اور آخری شکل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تو اگر اس کو محمدیت اور اسکے پیرؤں کو محمدی کہیں یا محمڈن کہیں تو کیا حرج ہے اس کا جواب صدر سمینار حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے دیا اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا نے اس دین کا نام اسلام رکھا ہے جو ہر پیغمبر لیکر آیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد کئی اولوالعزم پیغمبر حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ آئے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے کہیں مسلمانوں کو خطاب کرکے قرآن نے کہا ہے کہ "ملة ابیکم ابراهیم هو سماکم المسلمین من قبل وفی هذا لیکون الرسول شهیدا علیکم وتکونوا شهداء علی الناس" (حج ۷۸) تو معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اسی دین کو اسلام کا نام دیا تھا اور ظاہر ہے کہ اس وقت مسلمان موجود نہیں تھے۔ ابراہیمؑ کے بعد جتنے پیغمبر آئے اور جو امتیں ہوئی ہیں وہ پیغمبر اسلام کے داعی، اور امتیں اسلام کے متبع تھیں لیکن ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے کہ حضور سرور کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی اسلام کو جو ہمیشہ سے آ رہا ہے کی تحریفات کو دور کرکے اس کو اپنی اصل شکل میں پیش کیا اور اب وہی اسلام معتبر ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا تھا اور جو آپ لے کر آئے اور اسی میں کہ اب اس اسلام کو محمدیت کہا جائے اور امت اسلامیہ کو محمدیوں کہا جائے بس اس میں فرق سمجھتا ہوں اسی میں یورپ کی ایک سازش تھی کہ اس کو مسلمانوں کو محمڈن کے نام سے یاد کرنا شروع کردیا اور یہ سازش بڑی ذہانت پر مبنی تھی اور اس وقت جو مقالے پڑھے گئے ہیں اس میں بھی اس کی کچھ تائید ہوتی ہے اور ہندوستان کے مسلمان کسی وجہ سے بھی کسی بدنیتی کا شبہ نہیں کرتا اس میں محبت رسول کا بھی دخل ہوسکتا ہے کہ انھوں نے اپنے اداروں کا نام شروع شروع میں محمڈن اورینٹل کالج (M.O. College) محمڈن عربک کالج یا ایک زمانہ میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا نام محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس تھا اور اب محمڈن لا کے نام سے اب ہمارا اسلامی قانون ہے جسے الاحوال الشخصیہ عربی میں کہتے ہیں وہ اس وقت تک رائج ہے لیکن بعد میں مسلمانوں کو خود اس کا احساس ہوا اور اداروں و تحریکوں کا نام بدلا گیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا نام مسلم ایجوکیشنل کانفرنس پڑ گیا اور ہم مسلمانوں کو اس پر اصرار کرنا چاہئے کہ اسلام کو اسلام کہا جائے اور مسلمانوں کو مسلمان کہا جائے امت مسلمہ کہا جائے (هو سماکم المسلمین) قرآن مجید نے اس پر یہ آخری مہر لگادی ہے اسلام نے اس کا اتنا لحاظ کیا کہ اپنی تقویم کا نام بھی محمدی تقویم نہیں رکھا بلکہ ہجری تقویم رکھا۔ اس وقت دنیا میں جتنی تقویمیں موجود و زندہ ہیں —— وہ نہ کسی شخصیت کی طرف منسوب ہیں۔ عیسوی تقویم، بودھی تقویم یا خود ہندوستان میں جو تقویم رائج تھی وہ بھی ایک مشہور بادشاہ کے نام سے تھی۔ مسلمانوں نے اپنی اسلامی تقویم کو ہجری رکھا اس لئے کہ اس میں ایک پیغام ہے اسلام میں ایک پیغام ہے جو ایک ادنیٰ مسلمان کو ہوسکتا ہے۔ اس کے ساتھ میں عرض کرتا ہوں کہ محمدی کہلانے میں یا محمدیت میں وہ پیغام نہیں ہے یعنی وہ ذہن کو اس طرف متوجہ نہیں کرتا ہے وہ شخصیت کی طرف مائل کردیتا ہے اس کا نفسیاتی و ذہنی اثر یہ ہوتا ہے اصل چیز ہے شخصیت اور اسلام یہ بتاتا ہے کہ اصل چیز عقیدہ ہے اور وہ شخصیت اس لئے محترم و محبوب ہے کہ وہ اس عقیدہ کو لے کر آئی ہے اور اس نے دعوت پیش کی، قربانیاں دی اور وہ خدا کی محبوب ترین شخصیت تھی۔ اگر بے ادبی نہ ہو تو اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حس اتنی بیدار و حساس تھی کہ ایک اعرابی نے کہا تھا کہ ماشاء اللہ وشئت آپ تاب نہ لاسکے اور فرمایا اجعلتنی للہ ندًا ماشاء اللہ وحدہ، ماشاء اللہ وحدہٗ اور اسی طریقہ سے من یطع اللہ والرسول کہہ دیا تو اس میں بھی آپ نے تھوڑا سا فصل کردیا من یطع اللہ ومن یطع الرسول یعنی اسم موصول کا لفظ بیچ میں لائے لیکن آپ نے اسکو برداشت نہیں کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کا نام [illegible] طرح [illegible] ہماری بعض مسجدوں کی محرابوں میں لکھا جاتا ہے، "اللہ، محمد" بعض مرتبہ تو مجھے خیال آتا ہے کہ بڑے چھوٹے بھائی تھے یا دو بزرگ تھے جن کا نام ساتھ ساتھ لکھ دیا گیا ہے میں اس کی جرأت تو نہیں کرسکتا ہوں کہ مسلمانوں کا جو مزاج ہے کہ کیوں اس پر خط نسخ پھیر دیا جائے یا الگ الگ لکھا جائے لیکن موحد اسلام کے ذہن پر ایک چوٹ پڑتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس بارے میں ذکی الحس ہونا چاہئے اور بیدار مغز رہنا چاہئے اور قصہ مختصر یہ کہ ہم اس پر اصرار کریں گے کہ اسلام کو اسلام کہا جائے اور مسلمانوں اور اسکے پیرؤں کو امت مسلمہ کا نام دیا جائے ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ ہم کہیں کہ وہ اسلام جسے صحیح شکل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے اور جن کا کلمہ جامعہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہے لیکن ہم اسلام کو اسلام ہی کہیں گے۔

حضرت مجدد الف ثانی نے یہ بات واضح کردی ہے کہ عقل مجرد کا وجود نہیں ہے میں اس سے آگے بڑھ کر یہ بات کہوں گا کہ علم مجرد کا بھی وجود نہیں ہے، تحقیق مجرد کا بھی وجود نہیں ہے اس میں قدیم عقاید جو راسخ ہو چکے ہیں رگ و پے میں سرایت کرچکے ہیں خاندانی روایات تک ماحول کے اثرات، مسلمات اور بے اصل مسلمات کا سایہ اس طرح پڑتا ہے کہ اس میں مدعی یا داعی کو یا محقق کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا ہے کہ اس نے جو نظریہ علم مجرد اور تحقیق خالص کے طور پر پیش کیا ہے وہ تحقیق خالص ہے یا ممزوج ہے، وہ پرانے اثرات کا ایک آمیزہ ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی نے محض اپنے سلامت قلب اور تائید الٰہی سے جو بات آج سے سوا تین سو سال پہلے کہی تھی کہ عقل خالص کا وجود نہیں ہے سب متاثر ہوتے ہیں تحت الشعور سے اور تحت الشعور کے اندر جو مکتوبات ہیں مخزونات ہیں وہ اس سے متعلق ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے یہ کہا کہ ایسے عقائد سے احتیاط کرنا چاہئے جس سے شرک پیدا ہوتا ہو اس کے علاوہ باقی جو کچھ ہے اس کی حقیقت یہ ہے،

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

اور یہی بات یہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے جو دولت نصیب فرمائی ہے اسلام اور ایمان کی شکل میں بلکہ انسانیت اور عقل سلیم کی شکل میں وہ سب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے اور جو کچھ اس دنیا میں علمی، تاریخی، واقعاتی طور پر صداقت موجود ہے اور جس میں سے ہمیں اللہ تعالیٰ نے کوئی حصہ عطا فرمایا ہے وہ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہے اور انھیں کی ذات اقدس پر اس کا انحصار ہے اور قیامت تک رہے گا اور اب نجات اور ترقی درجات میں کسی چیز کا کوئی آپ کے وساطت کے بغیر نہیں ہے۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کے اس تفصیلی جواب پر مقالات کی دوسری نشست ختم ہوگئی۔

تیسری نشست

مقالات کی تیسری نشست کی صدارت جناب سید حامد حسن صاحب وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ نے کی اور نظامت کے فرائض جناب سید صباح الدین عبدالرحمن صاحب نے انجام دئے۔ یہ نشست پاکستان سے آئے ہوئے مہمانوں کے لئے مخصوص کردی گئی تھی۔ سب سے پہلے ناظم دارالمصنفین نے پاکستان سے آئے ہوئے مہمانوں کا تعارف پیش کیا اور ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا صدر ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کو اپنے تاثرات پیش کرنے کی دعوت دی۔

ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا نے اپنی تعلیمی زندگی اور مستشرقین سے واقفیت اور تجربات کو انگریزی زبان میں پیش کیا اور مستشرقین کی دو مثالیں پیش کی جس میں سے ایک کا رد یہ اسلام کے ہمدردانہ تھا اور دوسرا درپے آزار رہتا تھا اور ایک مستشرق جس کا نام جیمس تھا اس نے ماڈرن اسلام کی تشریح میلے ٹھیلے، رسومات اور خرافات کی بنیادوں پر کرنی چاہی جس کا جواب آپ نے یہ کہہ کر دیا کہ نازی ازم کو عیسائیت کیوں نہیں کہتے ہیں کیا اس کے پیرو عیسائی نہیں تھے تو کیا اس طرح کے خرافات کو اسلام کہنا کس طرح درست ہے۔

مستشرقین کو اسلام سے پرخاش کیوں؟

مولانا عبدالقدوس ہاشمی ندوی نے اثبات نبوت

کے ساتھ ساتھ مستشرقین کی اسلام دشمنی پر روشنی ڈالی مولانا کا تعارف کرتے وقت سید صباح الدین عبدالرحمن صاحب نے فرمایا کہ مولانا عبدالقدوس کے بارے میں صرف اتنی ہی بات کہی جاسکتی ہے۔ اگر فقہی مذہبی، اور سیاسی تصوف اور دنیا بھر کے جتنے معلومات کو نچوڑ کر اگر کوئی پیکر بنایا جائے تو مولانا عبدالقدوس کی ذات میں نظر آئے گا۔

مولانا نے اپنی پرلطف اور پراز معلومات تقریر میں علمی اور الزامی طریقہ دونوں اپنایا۔ آپ نے فرمایا۔ مستشرقین کا انداز فکر غلط ہے اس لئے وہ غلط نتیجے پر پہونچتے ہیں۔ دنیا میں جتنی تحریکیں پیدا ہوتی ہیں وہ کسی ایک رُخ کو متاثر کرتی ہیں کوئی اقتصادی ہوتی ہے کوئی سیاسی ہوتی ہے مگر ایک تحریک ایسی پیدا ہوئی جس نے انسانی زندگی کے ہر رخ کو متاثر کیا۔ نکاح، طلاق کے طریقے پیش کئے کھانے پینے کے آداب سکھائے۔ اس عظیم تحریک کی رہنمائی کرنے والا ایک بے بس، بے کس انسان ہے نہ کسی نسل انسانی کی روایت ہے نہ کسی کالج کا سند یافتہ ہے اور اس کی تحریک چلی اور اپنی زندگی ہی میں کمال تک پہونچ گئی اس کی حکومت ۹۲۷۰۰۲ مربع میل کے علاقہ پر قائم تھی اور وہ بھی صرف دس سال میں اور ایسے بے بس و بے کس آدمی کے ذریعہ جس کے قدم مبارک طائف میں لہولہان ہے اور کوئی ایک گلاس پانی دینے والا نہیں ہے۔

۷ ہزار سالہ انسانی تاریخ شاہد ہے کہ کوئی تحریک چلانے والے نے اپنی زندگی میں تحریک کو کامیاب ہوتے ہوئے نہ دیکھا ان کی زندگی چھوٹی ہوتی ہے اسے کئی پشتوں کے بعد کامیابی ملتی ہے ۷ ہزار سالہ تاریخ میں صرف ایک تحریک ایسی ہے جو کامیاب ہوئی۔

کائنات میں کچھ مقدس صداقتیں ہیں اسی پر سب متفق ہیں کہ انسان کو ایسا ہونا چاہئے جھوٹ نہیں بولنا چاہئے بد دیانت نہیں ہونا چاہئے وغیرہ .... عالمگیر صداقتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا ہے، اس میں کسی مذہب اور ملت کا کوئی تعلق نہیں ہے اس صداقت والا آدمی دنیا میں گم ہوگیا تھا اسے نظر نہیں آرہا تھا، ان میں سے بھلے آدمی کو پالیا اور سب اس کے سامنے جھک گئے، اس نے فوجی قوت و طاقت سے صرف ۴۰۰۰ ہزار مربع میل پر قبضہ کیا۔

مشہور مستشرق کے اسمتھ بڑا قابل بڑا معقول اور عمدہ آدمی تھا ان سے بڑی ملاقاتیں ہیں جب وہ بیان کرتے تھے کہ اسلام ہمیشہ سے رہا ہے اور لغوی معنی اطاعت کے ہیں، سر جھکا دینے کے ہیں تو میں نے پوچھا اس کا علم کیسے ہوا، ٹیلیفون پر تو اللہ میاں بولتے نہیں اور ٹیلیگرام وہ تو اس کا جواب نہ آئے گا خط لکھوں تو اسکا جواب نہ دیں گے تو یہ معلوم کیسے ہوگا کہ ان کی مرضی کیا ہے۔ قرآن مجید خدا کی کتاب کہنے والے محمد رسول اللہ تھے اور وہ جو خدا کی مرضی تھی وہ آپ کو کیسے معلوم کہ اس کی اطاعت کریں کوئی ذریعہ نہیں ہے تو سیدھی بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا یقین ہے تو آپ کے سمجھ میں آجائیگا۔ اس وقت نہ تو حضرت عیسیٰ کی زبان سے نکلا ہوا کوئی فقرہ ہے اگر ہے تو اسے سنادو، وہ تو نہیں ہے تو پھر کس کی اطاعت کرسکتے ہو جو رسول اللہ نے کہہ کر بتایا اور کرکے دکھایا حضرت ابراہیمؑ نے حضرت موسیٰؑ، عیسیٰؑ نے بتائے وہ کیا ہے وہ تو ترجمہ کا ترجمہ ہے اور اس کے مترجم کا نام تک نہیں بتاتے ہو۔

مستشرقین ایک مفتوح قوم ہیں اور فاتح کے خلاف ہمیشہ معاندانہ سلوک کریں گے جب وہ طاقتور تھے تو انھوں نے طاقت سے کام لیا اور جب ضرورت پڑی تو قلم سے کام لیا۔

خبر کی اس وقت تک کوئی قیمت نہیں جب تک مخبر کی صداقت پر ایمان و یقین نہ ہو خبر ہمیشہ محل صدق و کذب ہے جب تک مخبر کو صادق نہ مان لیا جائے اور اگر اس اصول کو تسلیم نہیں کیا گیا تو دنیا کا نظام ختم ہوجائے گا اور مخبر کے کوئی الفاظ موجود نہیں ہیں تو پھر اللہ کی اطاعت کیسے ہوگی۔

مولانا نے اس ضمن میں چینی کمیونسٹ پارٹی کے ڈائرکٹر کا ایک واقعہ سنایا جو مرنے کے بعد حشر و نشر کا قائل نہیں تھا اس سے مولانا نے سوال کیا کہ کیا تم نے جاکر دیکھا ہے یا کسی مرنے والے نے آکر بتایا۔ وہ نفی کر نہیں سکتا اثبات کرنا ممکن نہیں تھا کیونکہ نفی اور اثبات بغیر دیکھے اور علم حاصل کئے نہیں کیا جاسکتا ہے، اور جو باتیں ان ذریعوں سے نہیں آئیں گی وہ اعتماد کے لائق نہیں ہوتی۔ مولانا نے اسے جواب دیا کہ میرے پاس تو ۷۵ برس کا نہایت نیک اور بھلا آدمی ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں چشم دید شاہد ہوں اس میں دو ہی صورت ہوسکتی ہے یا تو وہ جھوٹ بولتا ہے یا سچ۔ تلاش شروع ہوئی۔ ثوبیہ کو پکڑا گیا، حلیمہ سعدیہ کو پکڑا گیا جنھوں نے بچپن میں دودھ پلایا تھا۔ ثوبیہ نے کہا میرے سامنے کبھی جھوٹ نہ بولا، حلیمہ سے پوچھا گیا کہ کبھی تلاکر جھوٹ بولا تھا سب نے انکار کردیا۔ اب سب سے بڑے دشمن عتبہ، ابوجہل، ابولہب سے پوچھا بی بی سودہ بنت زمعہ سے پوچھا سب یہ کہتے ہیں کہ جھوٹ تو کبھی نہیں بولا۔ دنیا اپنے فائدہ کے لئے جھوٹ بولتی ہے اور یہ دشمن بنانے کے لئے کیوں سچ بولتا ہے ایک ڈاکٹر کی تحقیق کو ہم فوراً مان لیتے ہیں اور زہر کو بطور دوا استعمال کرنے لگتے ہیں اور اس کا بورڈ دیکھ کر اپنی جان اس کے حوالہ کردیتے ہیں اور ہم نے باون سال تک ایک شخص کو ٹھونک بجاکر دیکھا تو اس کی بات پر ایمان نہ لائیں۔

مستشرقین، استشراق اور اسلام

ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی مدیر "فکر و نظر" اسلام آباد پاکستان نے اپنے مقالہ کہ اسلام مستشرقین کو کس نظر سے دیکھتا ہے کے نقطہ نظر سے پیش کیا —— مقالہ کے ابتدائی حصہ میں استشراق اور مستشرقین جیسے مقالہ میں مذکور الفاظ کی لغوی تشریح کی تاکہ مقالہ کے مرکزی تخیل کو سمجھنے میں مدد ملے مستشرقین کے نام میں بظاہر بڑی معصومیت ہے اور نام ہی پر کیا موقوف ہے ان کے کام کو بھی دیکھیں تو اس میں بادی النظر کوئی برائی کی بات نظر نہ آئے گی وہ مشرقی علوم و فنون کی تدقیق و تحقیق میں اپنا وقت صرف کرتے ہیں اور سرمایہ و ذہنی صلاحیتیں بھی، وہ کام جو ہمیں کرنا چاہئے تھا وہ کررہے ہیں کیا ان کا اہل مشرق پر احسان نہیں ہے اہل مشرق اور سادہ لوح مسلمان احسان مانتے ہیں، استشراق کا رشتہ یورپ کی نشاۃ ثانیہ اور تحریک احیاء علوم سے جوڑا جاتا ہے لیکن یہ غلط ہے، یہ تحریک بہت پرانی ہے اس کی ڈانڈیں ازل سے ملی ہوئی ہیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

اسلام جو حق کا پیغام لے کر آیا اس کی راہ میں لوگ حائل ہوئے اس میں کفار قریش کے علاوہ یہود و نصاریٰ بھی تھے، یہود و نصاریٰ کی نفسیات کفار کے مقابلہ میں مختلف تھی ان میں نسلی تعصب کے علاوہ مذہبی عصبیت بھی تھی اس کا تعلق حضرت ابراہیم کی شاخ حضرت اسحاق سے تھا جب کہ داعی اسلام کا تعلق اس خاندان سے تھا جو حضرت اسماعیل سے تھا۔ مذہبی اعتبار سے یہود و نصاریٰ پہلے سے حامل کتاب تھے اور اس بات کے منتظر تھے کہ آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] ان میں ہی سے ہوگی خاندانی رقابت کا احساس اس حد تک غالب تھا کہ انھوں نے قبلہ اور ذبیح عظیم جیسے واقعہ کو چھپانے کے لئے اپنی کتابوں میں خود تحریف کی، اسلام جب انھیں غالب قوت کی حیثیت سے ابھرتا ہوا نظر آیا، تو انھوں نے اس کا راستہ روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگادیا اور حالات کے ساتھ ادل بدل کردہ تمام تدبیریں اختیار کیں جو وہ کرسکتے تھے انہی تدابیر میں ایک تدبیر وہ تھی جسے آپ کی اصطلاح اور زبان میں استشراق کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے اس کی نسبت اسلام کی مذمت اور اظہار فکر ہی کا ہوسکتا ہے۔ قرآن مجید نے روح استشراق کی پردہ دری ان الفاظ میں کی ہے۔ وقال الذین کفروا لا تسمعوا لهذا القرآن والغوا فیه لعلکم تغلبون۔ آج اسرائیل اور باطل پرست قرآن مجید کے غلط نسخے طبع کراکے یہ ناپاک کوشش کررہے ہیں کیا وہ اسی سلسلہ کی کڑی نہیں ہے جس کا ذکر مذکورہ آیت میں کیا گیا ہے اہل کتاب کے ایک گروہ نے یہ حربہ اختیار کیا کہ ایک آدمی صبح کو اسلام لاتے اور شام کو دائرہ اسلام سے نکل جاتے ہیں تاکہ لوگ اس طرح اسلام سے برگشتہ ہوں۔ وقالت طائفة من اهل الکتاب آمنوا بالذی انزل علی الذین آمنوا وجه النهار واکفروا آخره لعلهم یرجعون۔ (آل عمران)

باطل پرستوں کی ایک چال یہ بھی ہوتی کہ کچھ دو اور کچھ لو کا معاملہ کرکے بیچ کا راستہ اختیار کریں لیکن حق کے لئے قابل قبول نہیں آنحضور کے زمانہ میں بھی یہ حکمت عملی موجود تھی جس کی نشاندہی قرآن مجید نے اس آیت میں کی ہے ودوا لو تدهن فیدهنون۔ قلم ۹۔ اور اس قسم کی کوشش آج بھی ہو رہی ہے اور اسلام تو صاف کہتا ہے کہ ادخلوا فی السلم کافة۔

اس کے نزدیک دو ہی راستے ہیں اسلام یا کفر افتؤمنون ببعض الکتب وتکفرون ببعض میں اس روش کو حقیقی کفر سے تعبیر کیا گیا ہے ان الذین یکفرون بالله ورسله ویریدون ان یفرقوا بین الله ورسله ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا اولئک هم الکفرون حقا۔

مذکورہ بالا قرآن مجید کی آیات کے آئینہ میں استشراق کا چہرہ بے نقاب دیکھا جاسکتا ہے اندازہ لگاسکتے ہیں کہ اسلام ان کے بارے میں کیا رائے رکھتا ہے قرآن واشگاف الفاظ میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ ربط و تعلق قائم کرنے سے منع کرتا ہے اور جو لوگ ان سے دوستی رکھتے ہیں انھیں ان ہی میں سے شمار کرتا ہے۔ یا ایها الذین آمنوا لا تتخذوا الیهود والنصاری اولیاء بعضهم اولیاء بعض ومن یتولهم منکم فانه منهم ان الله لا یهدی القوم الظلمین۔ مائدہ

عصر حاضر کے مستشرقین یہود و نصاریٰ نہیں ہیں تو اور کون ہیں لیکن یا للعجب، مسلمانوں نے انھیں یہود و نصاریٰ کے ساتھ مساویانہ حیثیت سے رسم و راہ رکھا تو ایک طرف ان کو استاد کا درجہ دے کر اپنے دل و دماغ کی زمام ان کے ہاتھ میں دے رکھی ہے ایک زمانہ میں مستشرقین نے مسلمانوں کے دینوی علوم سیکھے۔ اس میں استادی کا درجہ حاصل کرنے کے بعد عربی اور اسلامی علوم و فنون کی طرف توجہ کی، اور بڑی ہوشیاری سے آہستہ آہستہ ان کے امام بن گئے اور نوبت یہاں جا رسید کہ آج کسی کو طبعی علوم اور سائنسی علوم کے علاوہ عربی اور اسلامیات میں سند فضیلت لینی ہوتی ہے تو —— وہ یورپ و امریکہ کی ان جامعات کا رخ کرتے ہیں جہاں یہ نام نہاد اسکالر دانہ ڈال کر شکار کی گھات میں بیٹھے ہیں۔ استشراق اب ایک ملیریا کی شکل لے چکا ہے جو کام عیسائی مبلغین اور یہودی و عیسائی مستشرقین کر رہے تھے اب اس قسم کے آدمی

مسلمانوں میں تیار کر دیتے ہیں۔

پاسبان مل گیا حرم کو صنم خانے سے، آج صنم خانہ حرم سے پاسبان حاصل کر رہا ہے۔ پہلے اس طرح کی آگاہ کامیابیں تھیں آہستہ آہستہ اس میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ہم اسے استراق کے ایک علیحدہ دور سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

تمدن عرب اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جناب مفتی سیاح الدین کا کاخیل رکن اسلامی کونسل آف پاکستان نے فرانسیسی مورخ کوستاف لیبان کی کتاب تمدن عرب کو موضوع بنایا اور نشاندہی کی کہ اس کتاب کا ترجمہ جسے سید علی بلگرامی نے کیا ہے اس کے صفحہ ۱۷۰ میں جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات تحریر کئے ہیں اور ان پر تبصرہ کیا ہے، پڑھ کر انتہائی صدمہ ہوا اور ایسا یہ ہوا کہ شاید یہ ساری کتاب اسی نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہے، تاریخی اور علمی تحقیق کے عنوان سے پوری تفصیل ہے اور دل چسپ انداز میں مسلمانوں کی ترقیوں کا ذکر کر کے لوگوں کے اذہان کو مسحور کیا گیا اور ان کو یہ تاثر دیا جائے کہ مصنف ایک بہت بڑا فراخ دل غیر متعصب محقق ہے اور وہ جو کچھ بھی لکھتا ہے پوری تحقیق کے بعد عالمانہ انداز میں، ہر قسم کی تنگ دلی و تعصب سے مبرا ہو کر کے لکھ رہا ہے۔ یہ تاثر دینے اور قلوب و اذہان کو معتقد بنانے کے بعد زہر افشانی کا مظاہرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس کے بارے میں وہ کر سکتا ہے وہ ایک خاص انداز میں کرے گا اور مطالعہ کرنے والے کے دماغ کو مسموم کر کے اس میں ایسے خیالات بھر دے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عقیدت باقی نہ رہے اور جب مسلمانوں کو ایسی ذات اقدس کے بارے میں یہ گمان کر دیا جائے تو پھر ان کا دین و ایمان کہاں باقی رہے گا اور پھر آگے جا کر مسلمانوں کے تمدن و تہذیب اور ان کی ترقیوں کی جتنی بھی تعریف کی جائے وہ سب فضول اور بے کار ہو گا۔ بہر حال لیبان نے جو کچھ لکھا ہے یا دوسرے مستشرقین اپنی کتابوں میں اس قسم کے خرافات و زہریلے مضامین لکھتے رہتے ہیں ان سے تو ہمیں کوئی شکایت نہیں ہے اس لئے کہ ان سے کسی خیر کی توقع ہی نہ رکھنا بھی فضول ہے اور یہ تصور کرنا کہ وہ واقعتہً غیر متعصب ہیں حقیقت شناسی نہیں ہے، حقیقت پسند ہیں یا صحیح واقعات پیش کریں گے اور صحیح نتائج اخذ کر کے بیان کریں گے بالکل ناممکن ہے اور مجھے تو ان کے خلوص پر بالکل شبہ نہیں ہے کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں مغرب زدہ قوموں کی طبیعتوں کا تقاضا ہے اور وہ کبھی بھی اور کہیں بھی اس سے نہیں رکیں گے لیکن مجھے بار بار حیرت اس پر ہوتی ہے کہ سید علی بلگرامی نے اس کا ترجمہ بڑے اہتمام و دیدہ ریزی سے کیا ہے جس کا تذکرہ مقدمہ میں تفصیلی ہے تمثیل ہی پر کتاب کے نام کے ساتھ یہ تصریح ہے کہ مع توضیحات و حواشی اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے واقعۃً کتاب میں مترجم نے جگہ جگہ توضیحات کی ہیں طویل حاشیہ بھی لکھے ہیں مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان تمام خرافات و لغویات کا ترجمہ کر کے حاشیہ پر اپنی طرف سے مفصل و مکمل اس کی تردید کی جائے اور لیبان کے اس گستاخانہ کلمات کے جواب میں تحقیقی طور پر اس قدر لکھا جائے کہ لیبان کے ایسی دل آزار عبارتیں پڑھنے والے مسلمان کا دل اگر پڑھ کر زخمی ہوا ہے تو ترجمہ کا وہ جواب زخم کے اندمال کیلئے مرہم بن سکے اور جو صدمہ اس کو پہونچا ہے اس کی تلافی اور تسکین کا تو کوئی سامان ہو جائے اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح حالات زندگی اور سیرت طیبہ کے واقعات سے کوئی ناواقف عام مسلمان یا اسی دور کا تعلیم یافتہ یا کوئی غیر مسلم اس کو پڑھ کر شکوک شبہات میں مبتلا ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے بارے میں غلط تصورات قائم ہو تو تردید و حواشی پڑھنے کے بعد اس کے شک و شبہ کا پورا پورا ازالہ ہو، اور غلط تصورات کے بجائے حقیقت حال کو سمجھ کر صحیح تصور قائم کرے لیبان نے ان غیر تاریخی اور حقیقت سے کوسوں دور خرافات کو لکھ کر بڑی جہالت اور استشراقی تصنیف کا بدترین مظاہرہ کیا ہے۔ جناب سید علی بلگرامی کا نہ صرف یہ کہ مسلمان محقق کی حیثیت سے جس کے عقیدوں کے خلاف یہ سب باتیں لکھی گئی تھیں ایک عام حقیقت شناس حقیقت پسند مصنف اور منصف مزاج مورخ کی حیثیت سے بھی یہ فریضہ تھا کہ اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے اس نے اس قدر اہم فریضہ سے غفلت کیوں برتی ان لغویات پر گرفت نہ کرنا ایک علمی خیانت اور مطالعہ کرنے والے ناواقف لوگوں پر ایک ظلم بھی ہے۔ یہ کتاب مترجم کی وفات کے بعد شائع ہوئی اور کسی ناشر نے اس طرف توجہ نہ کی اگر مترجم سے کوئی فروگذاشت ہوئی تھی تو بعد کے ناشر کا یہ فریضہ تھا کہ اس کا محقق جواب لکھوا کر ساتھ ہی شائع کرتے اور ہم اس اہل علم کی مجلس کے ذریعہ پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کی تردید یا جواب شائع کریں تاکہ اس کی سمیت کم ہو۔

نیز انسائیکلوپیڈیا آف اسلام دائرۃ المعارف الاسلامیہ کے نام سے شائع ہو رہا ہے اس میں بہت سے مقالے عیسائی اور یہودی مستشرقین کے قلم سے شائع ہوئے اور اپنی طبیعتوں کے مطابق انھوں نے ڈنک مارے ہیں ان کانٹوں کی نشاندہی کیجائے اور تردید شائع کی جائے۔

پاکستان میں استشراق کے رد میں لٹریچر کی تیاری

- جناب عابد علی رضا بیدار صاحب نے پاکستانی وفد سے یہ جاننا چاہا کہ اگر مستشرقین کے رد میں کوئی کام پاکستان میں ہوا ہو تو وہ بھی سامنے آنا چاہئے۔
- اس کا جواب جناب طفیل احمد صاحب نے دیا۔

انھوں نے فرمایا کہ مستشرقین اور قرآن کے موضوع پر ایک مبسوط مقالہ جناب مولانا عبد القدوس ہاشمی ندوی صاحب نے تحریر فرمایا تھا اور اس کا کئی زبانوں میں ترجمہ ہوا اور سب سے پہلے ہمارے ادارے کے اردو مجلہ فکر و نظر میں طبع ہوا اس کے بعد ادارہ تحقیقات اسلامی نے جب اپنے کام کو تقسیم کیا تو اس میں ایک خاص شعبہ اسلام اور اس کے در پیش مسائل کے نام سے قائم کیا گیا تاکہ اسی شعبہ کے ذریعہ اسلام کے متعلق جو افکار و خیالات رائج ہو رہے ہیں ان کا توڑ یا تردید یا جواب کا مناسب انتظام موجود ہے۔ مستشرقین نے یقینی طور پر غلطیاں کی ہیں اور اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ نے اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ اس مقالہ کا ترجمہ پیش کرنے کے بعد ان نکات کی نشاندہی کرے جو غیر حقیقی اور تاریخی طور پر غلط ہیں اور اس کا جواب بھی مسلمانوں کی طرف سے دیں۔ بہر حال ایسی غلطیاں ہمارے سامنے آتی رہتی ہیں اور ہمارا ادارہ مستشرقین کی چیزوں کو پڑھتا ہے اور اس کا جواب دینے کی کوشش کی جاتی ہے اس ضمن میں آپ نے بعض انگریزی کی اہم کتابوں کا نام بھی لیا۔

جوزف شاخت اور اصول فقہ

اسی نشست میں آخری مقالہ جناب طفیل احمد صاحب نے جوزف شاخت اور اصول فقہ پر پڑھا۔ جوزف شاخت نے اسلامی قوانین کے ماخذ پر جو تشکیک اور شبہ پیدا کرنے کی کوشش کی اسے واشگاف کیا اور کھلا تعصب بتایا۔

جوزف شاخت نے یہ تحریر کیا ہے کہ اسلامی قانون براہ راست قرآن حکیم سے اخذ نہیں کیا گیا ہے بلکہ اسلامی قانون کا ضمیر بنی امیہ کے انتظامی امور سے اٹھایا گیا ہے۔ اس ضمن میں اس نے یہ بات بھی کہی ہے کہ بعض وقت بنی امیہ کا عمل قرآن حکیم پر حاوی ہو جاتا ہے۔ میں نے اس کے جواب میں جو لکھا ہے اسے پڑھتا ہوں۔ مذکورہ ابتدائی دور میں قرآن حکیم بحیثیت ماخذ قانون شامل نہیں تھا۔ اور قرآن حکیم نے مسلمان اس طرح استفادہ نہیں کرتے تھے کہ وہ ایک قانون کی بنیادی ماخذ ہے ہمیں یہ شاخت کا اصول محل نظر رکھنا چاہئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صحابہ میں قرآن حکیم سے بھرپور استفادہ کیا جاتا رہا چوروں کے ہاتھ کاٹے گئے زانیوں کو رجم اور کوڑے لگائے گئے شرابیوں پر تعزیر نافذ ہوئی۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے، کہ قرآن حکیم کے سارے احکام ابتدائی دور ہی سے اپنائے گئے تھے اور عمل ہوتا رہا، اس کے علاوہ دوسری بات جو میں کہنا چاہوں گا، کہ قرآن حکیم یقینی طور پر تمام جزئیات کا احاطہ نہیں کرتا ہے بلکہ ہمیں قانون اسلامی کے اصولوں سے روشناس کراتا ہے، شاخت صاحب نے نتائج اخذ کرتے وقت غالباً جزئیات کو پیش نظر رکھا ہے اسی وجہ سے انھوں نے ٹھوکر کھائی دوسری بات اسلامی قانون کو قانونی شکل اس وقت ملی جب بنی امیہ کا عمل اس میں شامل ہوا۔ یہی ایک ایسی تاریخی غلطی ہے جو شاخت صاحب کے تعصب کی غماز ہے۔ دوسری بات کہ حدیث نبوی شریف دوسری صدی تک موجود نہ تھی، اس کے علاوہ انھوں نے یہ بات بھی کہی ہے کہ جب حدیث نبوی کو جمع کیا گیا تو معاشرتی عمل بھی شامل ہو گیا۔ گویا سنت نبوی جو ہمارے قانون کا دوسرا ماخذ ہے وہ بھی صحیح معنوں میں ہم تک نہیں پہونچا بلکہ اسے تو تاخیر سے مرتب کیا گیا اور جب مرتب کیا گیا تو اس میں معاشرتی عمل کو شامل کر لیا گیا۔ اس حقیقت سے جوزف شاخت نے اپنی آنکھ بند کر کے کہ حدیث کو جمع کرنے کا عمل عہد صحابہ میں شروع ہو گیا تھا اور بہت سے صحیفے جو ہمارے سامنے آچکے ہیں وہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دور ہی سے مرتب تھے بعد میں حدیث کے ذخیرہ کو صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر حدیث کی کتابوں کی شکل میں جمع کر دیا گیا اور اس کا یہ کہنا کہ جب حدیث کو جمع کیا گیا تو بنی امیہ کے دور کا معاشرتی عمل شامل کر لیا گیا ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، جب کہ مسلمان کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اشارہ موجود ہے۔ من کذب علیّ متعمدًا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ جس نے جھوٹ کی نسبت میری طرف کی اس کو اپنا مقام جہنم سمجھنا چاہئے۔

اس حدیث کی موجودگی میں کیسے کوئی جرأت کر سکتا ہے کہ معاشرتی عمل کو حدیث کا درجہ دے۔

— یہ تو کوئی غیر مسلم ہی کر سکتا ہے — پھر ہمارے یہاں جرح و تعدیل کا جو اتنا وسیع ذخیرہ اور اتنا بڑا قانون موجود ہے اس کے پیش نظر ہم کہاں کھڑا کر سکتے ہیں اور پرکھ سکتے ہیں اور آج بھی ہمارے پاس یہ قاعدے اور کلیے موجود ہیں کہ ہم الگ کر کے دکھا دیں کہ یہ حدیث ہے اور یہ حدیث کے علاوہ کوئی اور چیز ہے، چاہے وہ عمل معاشرہ ہو یا کسی کی گڑھی ہوئی کوئی بات ہو۔ ان حقائق کی موجودگی میں جوزف شاخت نے ہمارے قانون کے ماخذ کا درجہ گھٹانے اور اس میں تشکیک و شبہ پیدا کرنے کی کوشش کیہے یہ ہمیں ان کے تعصب کی ایک سازش نظر آتی ہے جس کو حقیقت اور تاریخی شواہد سے کوئی تعلق نہیں۔ (جاری)

"ملت کے غم خوار و جاں نثار"

مولانا افتخار فریدی، آرزو، تمنا، تقاضہ

ملت کے خدام، امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غم خوار و جاں نثار دور صحابہ کرام مجدد، شہداء، مجاہد، مصلحین، داعین، علماء، حفاظ، قراء، حکمراں، سالار، شعراء، اطباء، فقراء، صحافی، مورخین، محققین اور اتہات کے مختصر حالات، کارنامے، کام کی نوعیت واثرات پر خدا مرتب کرنے والے پیدا فرمادے، تاکہ ہماری موجودہ اور آئندہ آنے والی نسلوں کو اپنے بڑوں کی کار گذاری کا علم ہو سکے تاکہ یہ بھی ان راہوں پر گامزن ہو سکیں۔

نوٹ: یہ عریضہ آپ کی خدمت میں اس لئے ارسال کیا جا رہا ہے کہ ملت کی تاریخ اور امت کے کارگذاروں میں جن کی خاص خاص چیزیں لگن، درد، تڑپ کو کچھ اس طرح سے لکھا جائے جیسے امام احمد بن حنبل کا مسئلہ خلق قرآن میں جان توڑ قربانیاں، جمال الدین افغانی کی انگریز اور یورپین اقوام کے استبداد کے خلاف صف آرائی، شیخ الہند مولانا محمود حسن کی انگریز سامراج کے خلاف وہ درد کر دھن جس سے ہڈیاں گھل جائیں، جیسی قربانیاں شیخ التبلیغ مولانا محمد الیاس صاحب کی دین کے درد میں جل جل کر، گھل گھل کر جان دینا۔ کی قسم کے واقعات ہر ایک کی زندگی کے تلاش کر کے اس دنیا کو روشناس کیا جائے۔ تین جلدوں میں اگر یہ ہو سکے۔ پہلی صدی ہجری سے پانچویں صدی ہجری تک ایک جلد، چھٹی صدی ہجری سے دسویں صدی ہجری تک دوسری جلد، گیارہویں صدی ہجری سے پندرہویں صدی ہجری تک تیسری جلد، تاکہ اس دور کی آرام پسند نسلیں بھی اس کو پڑھ سکیں۔

اس فہرست میں جن صدیوں میں جن ایسے حضرات کے نام آپ کے ذہن میں ہوں وہ ہمیں درج ذیل پتے پر لکھ کر بھیج دیجئے۔ والسلام

افتخار فریدی

فریدی بلڈنگ، سنبھلی گیٹ، مراد آباد (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دور اول پانچویں صدی ہجری تک:

خلیفۂ راشد عمر بن عبد العزیز، امام سعید بن مسیب، خواجہ حسن بصری، محمد بن قاسم، طارق ابن زیاد، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، شاہ عبد القادر جیلانی، جنید بغدادی، امام غزالی، محمد بن تومرت، امام ابن تیمیہ، سلطان نور الدین زنگی، سلطاح صلاح الدین ایوبی کرد، خواجہ شہاب الدین سہروردی، شیخ سعدی، شیخ علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش، خواجہ سید معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی، خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر، خواجہ سلطان سید نظام الدین اولیاء، حضرت امیر خسرو، سلطان شہاب الدین غوری، سلطان شمس الدین التمش، سید احمد رفاعی، شیخ علی متقی، خواجہ علی احمد صابری کلیری، شیخ اسمٰعیل لاہوری، شیخ حمید الدین ناگوری مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت، سلطان محمود غزنوی، شیخ شرف الدین یحییٰ منیری۔

دور ثانی: دسویں صدی ہجری تک:

سلطان محمد فاتح تاتاری، سلطان محمد غزنوی، سلطان ملک شاہ، حکیم ترمذی، سید سالار مسعود غازی، سید قطب الدین شہید مراد آبادی (سلطان پیر غیب) شیخ محمد بن عبد الوہاب بخدی، عبد المجید گرونانگ، قاضی ضیاء الدین سنامی، شیخ عبد اللہ عزیز اللہ طلبنی، شیخ عبد الرزاق جھنجھانوی، حضرت میاں میر لاہوری، بو علی سینا۔

دور ثالث: پندرہویں صدی ہجری تک:

شیخ احمد مجدد الف ثانی، خواجہ محمد معصوم سرہندی، خواجہ سید آدم بنوری، شاہ علم اللہ، مولانا نظام الدین فرنگی محلی، شیخ نور طاہر پٹنی شاہ عبد الحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ، شاہ عبد العزیز، مرزا مظہر جانجاناں شہید، شاہ غلام علی، شاہ عبد القادر، شاہ محمد اسحاق، امام سید احمد شہید، شاہ اسمٰعیل شہید، شاہ عبد الغنی، سلطان ٹیپو شہید، امیر عبد القادر الجزائری، مفتی الٰہی بخش کاندھلوی، مولانا مظفر حسین، مولانا کرامت علی جونپوری، نواب یحیٰی الدولہ، احمد شاہ ابدالی، حافظ رحمت خان شہید، مولانا احمد اللہ، مولانا یحییٰ علی صادقپوری، سلطان ابراہیم شاہ جونپوری قاضی شہاب الدین دولت آبادی، سید محمد جونپوری، ملا عبد القادر بدایونی، مولانا فیع الدین مراد آبادی، سید مرتضیٰ بلگرامی، شیخ عبد الغنی مجددی مجددی مدنی، مولانا احمد علی محدث سہارنپوری، میاں نذیر حسین محدث دہلوی، نواب صدیق حسن خان سنوجی بھوپالی، مولانا عالم علی مراد آبادی، ڈپٹی امداد علی مراد آبادی، مولانا مملوک علی، مولانا امین الدین بانی مدرسہ امینیہ دہلی، مولانا سید احمد مدنی، بانی مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ، شاہ حبیب اللہ پھلواروی۔ حاجی عبد اللہ مہاجر مکی، مولانا رحمت اللہ مہاجر مکی، مولانا محمد یعقوب، مولانا رفیع الدین ہتھم، سید جمال الدین افغانی شیخ سنوسی، مہدی سوڈانی، شیخ سالم شہید، غازی انور پاشا شہید، امیر شکیب ارسلان، موسیٰ جار اللہ، عثمان رغمہ، مولانا احمد اللہ شہید، مولانا کفایت علی کافی شہید مراد آبادی، مولانا وہاج الدین عرف متوشہید مراد آبادی، سالار بخت خاں، شہزادہ فیروز شاہ، مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا عبد الحی فرنگی محلی، حافظ ضامن شہید، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا فضل حق خیر آبادی، سرسید احمد خان، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا محمد علی مونگیری، نواب وقار الملک، مولانا شبلی نعمانی، مولانا حکیم سید عبد الحی، غازی عبد الکریم رفیق، غازی عبد الرشید شہید، ولی غازی، علم الدین شہید لاہوری، غازی عبد القیوم شہید کراچی، اصغر گونڈوی، جگر مراد آبادی، حمید صدیقی، حفیظ جالندھری اور نوح ناروی، مولانا محمود حسن شیخ الہند، شاہ عبد الرحیم رائپوری، مولانا عبد الباری فرنگی محلی، مولانا ظفر الملک لکھنوی، حاجی ترنگ زئی، مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا محمد میاں منصوری انصاری، مولانا سید انور شاہ کشمیری، مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ، مولانا سید حسین احمد مدنی شیخ الاسلام، مولانا محمد الیاس شیخ التبلیغ، مولانا محمد صادق سندھی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا حسرت موہانی، مولانا احمد علی مفتشر، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، چودھری افضل الحق، مولانا میاں سید اصغر حسین دیوبندی، مولانا اعزاز علی امروہوی شیخ الادب دار العلوم دیوبند، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی، مولانا رفیع الدین تمیم اول دیوبند دار العلوم، مولانا عبد الشکور لکھنوی امام اہل سنت، مولانا سید فخر الدین احمد مراد آبادی، مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا حکیم صدیق احمد نابینا مراد آبادی، مولانا حکیم منصور علی خاں مراد آبادی، مولانا سید الرحمن کابلی، مولانا مفتی عزیز الرحمن دیوبندی، مولانا سید محمد میاں دیوبندی مراد آبادی، مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری، استاد العلماء مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا محمد یعقوب نانوتوی صدر مدرس دیوبند،

(بقیہ صفحہ ۱ پر)